آسیہ رزاقی

بے نام

زلیخا کام کر کے جا چکی تھی۔ اب وہی بڑا سا گھر، وہی سناٹا اور جاتے جاتے دو دن کی چھٹی بھی مانگ رہی تھی۔ کام سے وہ گھبراتی نہ تھی۔ بس تنہائی سے گھبراتی تھی۔ زلیخا کو تمام دن کے لیے اسی لیے رکھا گیا تھا۔ ورنہ دو آدمیوں کا کام ہی کتنا ہوتا ہے۔ زلیخا ایاز کے آفس سے آنے کے بعد گھر جاتی تھی۔ آج وہ جلدی چلی گئی اور اب وہ اکیلی۔ زلیخا کی موجودگی میں وہ ہر خوف سے بے نیاز رہتی تھی۔

دراصل وہ بھرے پُرے گھر سے آئی تھی۔ ایسا کبھی ہوتا نہ تھا کہ گھر کے تمام افراد کہیں چلے جائیں اور ہما اکیلی ہو اور اپنے اس گھر میں شاید وہ تنہائی سے خوف زدہ بھی نہ ہوتی کہ سارا بچپن اس گھر میں گزارا تھا۔ پھر بھی امی اسے گھر میں تنہا چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی تھیں۔ یا تو وہ امی کے ساتھ جاتی تھی۔ یا گھر پر ابا ہوتے۔ کوئی نہ کوئی بھائی بھی ہوتا۔ کیونکہ تینوں بھائی پڑھا کو تھے۔ ان کے دوستوں کی تعداد محدود تھی۔ ابا کو تو یوں بھی کسی کے گھر جانے سے دلچسپی نہ تھی۔ بس کبھی کبھار کسی عزیز کی بیماری کا سنتے تو عیادت کو چلے جاتے۔ تقریبات میں تو ان کے جانے کا سوال ہی نہ تھا۔ امی ہی سب عزیز رشتے داروں سے تعلقات نباہتی تھیں۔

ابا کی مصروفیات بھی ایسی تھیں کہ انہیں کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ وہ زیادہ وقت مطالعے میں صرف

کرتے۔ ان کے دوست احباب بھی ان ہی کے جیسے نمازی، پرہیز گار، مطالعے کے شوقین، دینی کتب، اسلامی تاریخ یا سیرت النبیؐ پر جو کتابیں ان میں سے کسی کو مل جاتیں۔ وہ لے کر ابا کے پاس پہنچتے اور سب اسی میں گھنٹوں بحث مباحثہ تبصرہ کرتے۔ ہما گھر میں اکیلی ہوتی لیکن ابا کے کمرے سے مختلف آوازیں اس کی سماعت کو آباد رکھتیں۔

گھر کے کاموں میں مصروف رہنا اس کا شوق تھا۔ لیکن ابا کی تاکید پر وہ دینی کتابیں ضرور پڑھتی تھی۔ امی کو لڑکیوں کا خالی بیٹھنا گوارا نہ تھا۔ اس لیے وہ ڈھونڈ کے لیے تابڑ توڑ مصروفیت تلاش کر لیتی تھیں۔ رات کو سونے سے پہلے وہ کوئی ناول یا کوئی رسالہ ڈائجسٹ ضرور پڑھتی تھی۔

امی کو درزی کے سلے کپڑے کبھی پسند نہ آتے۔ وہ ان میں کچھ نہ کچھ عیب تلاش کر کے ایک لیکچر تیار کرتیں۔ جس کا لب لباب یہ ہوتا۔

"یہ کوئی سلائی ہے۔ کوئی بخیہ چھوٹا کوئی بڑا۔ ذرا دیکھنا آستین تنگ۔ گلا بھاڑ سا۔ کمبخت نے سارے کپڑے کا ستیاناس کر دیا۔ ایسا نرم ریشم اور دامن پر مشین کا بخیہ ارے ہاتھ ٹوٹ گئے تھے کیا کہ ترپائی نہیں کر سکتے تھے؟ یاد رکھو ہما۔" اب وہ براہ راست اسے مخاطب کرتیں۔

"جو عورت سلائی نہیں کر سکتی، وہ پھوہڑ اور بے ڈھنگی رہے گی۔ سلائی میں نفاست کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔"

سلائی ہی نہیں ہر کام میں انہیں صفائی اور نفاست درکار ہوتی۔

"لو وہ بھی کوئی عورت ہے جو کھانا پکاتے وقت صفائی کا خیال نہ رکھے۔" یا یہ کہ۔

"گھر گندا ہو گا تو عورت کے سلیقے پر ہی حرف آئے گا۔ عورت کو چار آنکھوں سے ہر چیز دیکھنی پڑتی ہے۔"

امی کی نقاد طبیعت کی بدولت وہ ہر فن مولا بن گئی۔

امی نے چار آنکھوں کی تشریح تو نہیں کی۔ اس نے پوچھا تو گھورنے پر اکتفا کیا۔

بی اے کے بعد امی نے ہی آرڈر دیا۔

"بس گھر سنبھالو۔ ایم اے، ایم اے کی ضرورت نہیں۔"

وہ کراہ کر رہ گئی۔ کتنا سنبھالے گی گھر؟ اس کی تشریح بھی نہیں کی اور پھر ایک بہت ہی زبردست قسم کا رشتہ بھی ٹپک پڑا۔ سب ہی متفق تھے کہ بہت اعلا رشتہ ہے۔ خوشحال گھرانہ اعلا تعلیم بہترین پوزیشن معقول صورت بھی بہترین۔ چلو جی۔ شادی کی تیاریاں شروع نہ لڑکے نے اسے دیکھا نہ وہ ہی اسے دیکھ پائی۔ تصویر تک نہیں۔ اپنی بے بسی پر رونا آنے لگا۔ اس کی کئی سہیلیاں ایسی تھیں۔ جو اپنے منگیتروں سے ملاقاتیں بھی کر لیتی تھیں۔ بعض کے منگیتر تو رشتے دار ہی تھے۔ لیکن اس نے چپ سادھ لی۔ دیکھنے کا فائدہ بھی کیا تھا۔ رخصتی کے وقت امی نے نصیحتوں کی گٹھڑی اس کے ناتواں کندھوں پر لاد دی۔

"دیکھو، میری تربیت پر حرف نہ آئے۔ زبان کھولنے سے پہلے اچھا برا بھی سوچ لینا چاہیے۔ اپنی نیکی، خداداد صلاحیت اور خدمت کی بدولت سسرال والوں کے دل جیت لینا۔ کسی کو تم سے شکایت نہ ہونے پائے۔ شوہر کی عزت اور اطاعت کو شعار بنا لینا۔ ہمیشہ صبر سے کام لینا کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ سسرال، میکے کے درمیان کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔ تمہیں سسرال کے طور طریقے خوش دلی سے قبول کرنے ہوں گے۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

ان نصیحتوں کی روشنی میں اس کا دل ایک خوف سے بھر گیا اور وہ خوب روئی۔ اب پتا نہیں کیا ہونا تھا۔

☆ ☆ ☆

سسرال اوکاڑہ میں تھی۔ ڈرتے ڈرتے سب کا سامنا کیا۔ ساس اور نندیں۔ دیگر قریبی رشتے دار سے تعارف ہوا۔ ایاز تو پہلی نظر میں ہی اس کا دیوانہ

گیا۔ چند دن سیر تفریح میں گزر گئے۔ پھر عادتاً" اس نے کچن میں دخل دینا شروع کیا۔ تو ساس نندیں بھی عاشق ہو گئیں۔ جو بہو خود سے ذمے داریوں کا احساس کرے۔ اس کے لیے دل خود بخود کشادہ ہو جاتے ہیں۔ بہت جلد وہ سسرال کی بہترین محبوب بہو بن گئی۔

ایاز کے چچا قریب رہتے تھے۔ وہ وہاں جا کر ان کے لیے کچھ پکا دیتی۔ چچا بیمار تھے۔ چچی سادہ دل اور نیک۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔ جو امریکہ میں تھی۔ کئی سالوں کے بعد آئی تھی۔ ہما کو ان دونوں سے ہمدردی ہو گئی۔ پتہ نہیں لوگ بیٹیاں باہر بھیجتے وقت اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتے۔ خصوصاً" اکلوتی بیٹی یا اکلوتا بیٹا۔ اس نے چچی سے کہہ بھی دیا۔ وہ اداس ہو گئیں۔

"بس دلہن! بیٹیوں کے نصیب جہاں لے جائیں۔ فون تو آتے رہتے ہیں۔"

"آپ انہیں واپس بلا لیں۔" اس نے رائے دی۔

چچا چچی ہنس دیے۔ دونوں ہما سے خوش تھے۔ وہ ان کے گھر جب بھی جاتی۔ کئی کام کر دیتی۔ اپنے گھر میں بھی اب وہ رات کا کھانا خود بنانے لگی تھی۔ ایاز رات ہی کو گھر میں کھانا کھاتا تھا۔ مگر کچھ دنوں میں ہی ایاز ہی اس کی مصروفیت ناگوار لگنے لگی۔

"میں آتا ہوں تو تم کچن میں گھسی ہوتی ہو۔ اتنے لوگ ہیں گھر میں۔ تمہارا خیال ہے کہ تمہارے آنے سے پہلے وہ ہوا کھاتے اور پتھر نگلتے تھے۔"

ہما شرمندہ ہو گئی۔ اب وہ ایاز کے آنے سے پہلے کچن کا کام مکمل کر لیتی۔ تاکہ ایاز کو شکایت نہ ہو۔ یوں بھی وہ اکیلی کام نہیں کرتی تھی۔ نندیں اس کی مدد کرتی تھیں۔ لیکن ایاز کو پھر بھی خبر ہو گئی۔ وہ اپنی اماں سے شکوہ کر بیٹھا کہ "ہما اس گھر کی اکلوتی بہو ہے۔ خادمہ نہیں ہے کہ گھر کے کام کرے۔"

اماں کو یہ بات بری لگی۔ وہ ہما سے خفا ہو گئیں۔ بڑی منت سماجت کر کے ہما نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ تو خوشی سے ہر کام کرتی ہے۔ ایاز پتہ نہیں کیوں اسے برا سمجھتے ہیں۔ اب پتا نہیں انہیں یقین آیا کہ نہیں۔ اس نے ایاز کو بھی سمجھایا تھا کہ وہ اپنے گھر میں بھی ہر کام کرتی ہی تھی۔ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی شغل بھی نہیں۔ کہاں تک بیٹھی رہے۔

مگر ایاز کا دماغ نہ جانے کس قسم کے تانے بانے بنتا رہتا تھا۔ وہ گھر میں کسی سے بھی خوش نہ تھا۔ فضول قسم کے بہانے نکال کر ہر کسی سے لڑتا اور بحثیں کرتا آخر اس نے لاہور آفس میں تبادلہ کروا لیا۔ ہما کو ساس نندوں سے جدائی شاق گزری اس کے شکوے پر ایاز کا منہ پھول گیا۔ بمشکل اسے منایا۔

☼ ☼ ☼

لاہور میں اس نے کچھ دن ہما کے میکے میں گزارے پھر ایک اچھا سا گھر کرائے پر لے لیا۔ ہما اس خوب صورت گھر میں آ کر خوش نہ تھی۔ اسے تو یہ سونے کا پنجرہ ہی لگا۔ جہاں وہ قید کر دی گئی تھی۔ اس کمرے سے اس کمرے میں چکراتی پھرتی۔ کرنے کو کوئی کام نہ تھا۔ صبح دونوں وقت کا کھانا تیار کر لیتی۔ گھر کی صفائی تیسرے دن کرتی۔ ہفتے میں ایک دن کپڑے دھو لیتی۔ پھر میکے سے کچھ کتابیں لے آئی۔ ڈائجسٹ منگانے لگی۔ لیکن وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

ایک دن پڑوس کی ایک صاحبہ اپنے میاں کے ساتھ آ گئیں۔ ایاز تو ان صاحب کو لے کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ ہما نے پڑوسن کو برآمدے میں بٹھا لیا۔ تاکہ کچن میں چائے وغیرہ بھی تیار کر لے۔ ان کے بچے کھیلنے لگے۔ پڑوسن اپنی عدیم الفرصتی کے رونے رونے لگیں۔ گھر کے کام بچوں کے کام اور بے شمار مسائل۔ ساس نند دیور بھی ساتھ میں رہتے تھے۔ ہما ان کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔ کتنی خوش قسمت ہیں۔ ان کے پاس کام ہی کام ہے۔ مصروفیت ہی مصروفیت۔ ان کو کتنا مزا آتا ہو گا۔ چلتے وقت انہوں نے اسے دعوت دے ڈالی۔

"ہم تو اکیلی ہو۔ آجایا کرو ہماری طرف۔"

ان کے جانے کے بعد اس نے ایاز کو بتایا کہ وہ بہت مصروف رہتی ہیں۔ مجھے بلا گئی ہیں۔ اب ایک بار وہ آئی ہیں۔ ہمیں بھی ان کے گھر جانا چاہیے۔"

ایاز سوچنے لگا۔ "ہاں شریف لوگ ہیں۔ بیگم کیسی ہیں؟ تیز طرار چلتی پرزہ تو نہیں؟ میں ڈرتا ہوں کہ میری معصوم بیگم کو الٹی سیدھی پٹیاں نہ پڑھائیں۔"

"پہلی ملاقات میں کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ فکر نہ کریں۔ آپ کی بیگم اتنی بھی معصوم نہیں کہ کسی کی الٹی سیدھی پٹیوں میں آجائیں۔ اکیلی بور ہوتی رہتی ہوں۔ ان کے گھر میں بچے بھی ہیں۔ ان ہی سے دوستی کرلوں گی۔"

ایاز نے اجازت دے دی مگر کبھی کبھار کی شرط بھی لگا دی۔ کئی دن بعد وہ ان کے گھر چلی گئی۔ بہت محبت سے ملیں۔ ساس نند سے ملوایا۔ گھر کے کام نند بھاوج مل کر کرتی تھیں۔ ہما ان کی ساس کے پاس بیٹھ گئی۔ بہت عمدہ اور نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ۔

"ان کے گھر ہر ماہ درس کی محفل ہوتی ہے۔ محلے کی تمام خواتین شریک ہوتی ہیں۔ تم بھی آجایا کرو۔"

ہما گردن ہلا کر رہ گئی۔ گھر آکر ایاز کو بتایا، وہ چڑ گیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ڈھکوسلے ہیں سب۔ ملاؤں کے منافقانہ لیکچر۔"

"خاتون ہیں درس دینے والی۔ ملا نہیں ہیں۔" وہ سمجھی ایاز مردانہ درس کا حوالہ دے رہا ہے۔

"پتا ہے سب۔ مجھے پسند نہیں وقت ضائع کرنے کے بہانے۔ بیٹھ کر غیبتیں کرنے کے لیے سب جمع ہو جاتی ہوں گی۔ ان کے دین ایمان کا کوئی یقین نہیں مجھے اور تم اتنی فارغ ہو کہ ہر روز درس میں جاؤ گی۔ میرے آنے کے بعد۔ ہے ناں؟"

"مہینے میں ایک بار دوپہر کو ظہر کے بعد ایک گھنٹے کا درس ہوتا ہے پھر بعد میں خواتین سوال کرتی ہیں مسئلے مسائل سمجھنے کے لیے۔ جس کو نہیں پوچھنا۔ وہ گھر آجاتی ہیں۔ دینی محفل ہے۔ ثواب ہوتا ہے۔ میں جلدی آجاؤں گی۔ آپ شام کو آتے ہیں۔"

"اچھا۔ ثواب کمانا چاہتی ہو۔ تو شوہر کی خدمت کرو۔ شوہر کے حکم کی تعمیل کرو۔ ثواب ہی ثواب۔"

ایاز سنجیدہ تھا۔ اس لیے وہ بھی دل مار کر رہ گئی۔ یوں بھی اب اسے محسوس ہونے لگا تھا۔ کہ ایاز کو اس کی نماز پر بھی جھلاہٹ سوار ہو جاتی ہے وہ عین وقت پر اسے کسی کام میں مصروف کر دیتا۔ وہ کہتی کہ۔

"اتنا اہم کام تو نہ تھا۔ میں نماز کے بعد کر دیتی۔ قضا کروا دی نا۔"

"مجھے ہر کام فوری طور پر کرنا اور کروانا پسند ہے۔ نماز میرے جانے کے بعد قضا پڑھ لیا کرو۔"

وہ بحث سے بچنے کے لیے چپ ہو جاتی۔

اس دن پڑوسن ثریا باجی آئیں تو کہنے لگیں۔

"میری ساس پوچھ رہی تھیں کہ تم درس میں کیوں نہیں آئیں۔"

اس نے بہانہ کر دیا کہ کچھ مہمان آگئے تھے۔ ثریا باجی نے کہا۔

"اچھا۔ اگلی بار آجانا۔ بعض خاص مسائل سے بھی آگہی ہوتی ہے۔ درس تو مختصر ہوتا ہے مگر خواتین دین سے متعلق سوالات کرتی ہیں۔ کافی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔"

وہ بتا نہ سکی کہ ایاز کو درس کے نام سے چڑ ہے۔ ایاز کو اس نے کبھی نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں تھا۔ پتا نہیں کس قسم کا مسلمان تھا۔ اس دن ہما نے ٹوک ہی دیا۔

"ایاز! آپ جمعے کی نماز تو پڑھ لیا کریں۔"

"تم پڑھ تو لیتی ہو۔"

"میری نماز کا اجر مجھے ملے گا۔ آپ کو نہیں۔"

"بھئی۔ میاں بیوی الگ تو نہیں ہوتے۔ جب ہم ایک ہیں تو ایک نماز ہی کافی ہے۔" عجب فلسفہ تھا۔

"آپ نے۔۔۔ کیا کبھی نماز نہیں پڑھی؟ آتی نہیں یا۔۔۔"

"اوہو! یہ آج تمہیں مذہب کا دورہ کیوں پڑ گیا۔ درس میں گئی تھیں؟" وہ جھلا گیا۔

"آپ جانے کب دیتے ہیں مہینے میں ایک بار ہی

ہوتا ہے۔ عصر کے بعد تو ہم محلے کی عورتیں آتی ہیں۔ صرف میں ہی نہیں جا سکتی۔" اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔ بے بسی۔

"تمہاں کی بات فریاتی کو ثواب سمجھتی ہو۔ تو چلی جایا کرو۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"دراصل۔ اپنے گھر میں تو ابا ہی نمازی ہیں۔ تبھی بھائی بھی کالج یونیورسٹی سے آکر سمجھ جاتے ہیں۔ ابا کی سخت تاکید۔"

"اوہو۔ کیا بحث لے بیٹھی ہو۔ چھوڑو یہ لیکچر۔ تمہیں کیا پتا تمہارے بھائی سمجھ جاتے ہیں یا نے خانے۔ ہر بات اتنے یقین سے نہ کیا کرو۔ تم کیا ان کا پیچھا کرتی ہو؟"

"وہ حسب عادت چپ ہو گئی۔ تو وہ ہنسا۔ "دیکھا جواب نہیں ہے تمہارے پاس۔"

اسے [illegible] بے کار تھا۔ کیونکہ وہ خود بھی جا رہا تھا کہ نیلوفر بھائی ابا کے ساتھ سمجھ جاتے ہیں۔ وہ خود کافی دن ان کے گھر رہ کر دیکھتا رہا تھا۔ [illegible] اپنے اقدار پر بھی شرمندگی بھی ہوتی تھی کہ کیسے وہ خود ہی دل میں توبہ کر لیتی۔

☆ ☆ ☆

لوکاڑے سے لیا زکی۔ سن کا فون آیا۔ "ماں بیمار ہیں۔" وہ تیاری کرنے لگا۔ وہ بھی بیگ میں کپڑے رکھنے لگی۔

"یہ تم کہاں جا رہی ہو؟" وہ حیران تھا۔

"آپ کے ساتھ۔" وہ اس سے زیادہ حیران ہوئی۔ بھلا یہ کیسا سوال تھا۔ "ماں بیمار ہیں۔"

"تو تم دعا کرو کہ حکیم صاحب علاج کر دیں ان کا۔"

"میں آپ کی بیوی ہوں۔ میرا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔" وہ کپڑے تہہ کر کر کے رکھ رہی تھی۔

"ضروری تو کیوں؟ بچوں والی بے تکا سوال۔"

"ماں بیمار ہیں۔ ہسپتال میں ہیں۔ میں گھر دیکھوں گی۔ ان کی خدمت کروں گی۔"

"وہاں بہت لوگ ہیں اس کام کے لیے۔" وہ تلخی سے بولا۔ "تمہارے جانے کی ضرورت نہیں۔"

"وہاں سب لوگ ہیں بھیجنے کے۔ تمہاری بیوی کہاں نہیں تھی۔ پھر کیا جواب دیں گے؟"

"تو لوگوں کے سوالات سے بچنے کے لیے جاؤ گی؟ دنیاداری کے لیے۔"

"جی نہیں۔ میں اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ آپ کے واسطے سے وہ میری بھی ماں ہیں۔ اصل میں لوگ توقع کرتے ہیں۔ بہو کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بہنیں اس وقت پریشان ہوں گی۔ میرا اس گھر سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنے دیں۔" وہ مسلسل بیگ میں سامان رکھ رہی تھی۔ کچھ اور کپڑے تہہ کیے۔

"تمہیں تفریح کرنے کا بہت شوق ہے۔" وہ بھڑکا گیا تھا۔ "مگر میں اکیلا ہی جاؤں گا۔"

"میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گی۔ دراصل آپ کو اندازہ نہیں کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔" وہ بیگ بند کر کے رکھ چکی تھی۔ "آپ کے لیے نہیں۔ مگر آپ کی بہنوں کی عزت اور احترام کے لیے۔"

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

کتاب کا نام	مصنفہ	قیمت
[illegible]	[illegible]	500/-
[illegible]	[illegible]	150/-
[illegible]	[illegible]	300/-
[illegible]	[illegible]	200/-

[illegible] 300/- روپے
[illegible]
[illegible] 37 [illegible]
فون نمبر: 2216361

"وہ تین بہنیں ہیں۔ ایک دوسرے کی تسلی اور ڈھارس کے لیے کافی ہیں۔" وہ بری طرح چڑ کر بولا۔ پتا نہیں اسے کیا اعتراض تھا۔ وہ بحث کرنے کی عادی نہ تھی۔ اتنا بھی بہت ہمت کر کے بول لی تھی۔ یہ بھی نہیں کہا کہ میں اس گھر میں اکیلی کیسے رہوں گی۔ رات کو چور ڈاکو آ گئے تب؟ کوئی کتا ہی آ کر اسے چیر پھاڑ کر کھا جائے۔ گو کہ کتے چیرنے پھاڑنے کے عادی نہیں ہوتے۔ مگر وقت کا کیا بھروسا۔ بھوت بھی آ سکتے ہیں اکیلی عورت کو دیکھ کر۔

ایاز چپ ہو گیا۔ وہ اپنی فتح پر خاصی مطمئن تھی۔ جب ٹیکسی میں ایاز نے اس کا بھی بیگ رکھا۔ تو وہ بالکل ہی بے فکر ہو گئی۔ لیکن چند منٹ بعد اس کا اطمینان رخصت ہو گیا۔ ٹیکسی ابا کے دروازے کے سامنے رک گئی تھی۔

"اترو!" ایاز نے اس سے کہا اور خود بھی اتر کر اس کا بیگ نیچے رکھا۔ وہ انتہائی پریشانی سے اسے دیکھنے لگی۔ ایاز گھر کی گھنٹی بجا رہا تھا۔ امی نے دروازہ کھولا۔ وہ نیچے اتر کر ان کے پاس آئی۔ سلام کیا۔

"امی! ایاز کی اماں بیمار ہیں۔ اس لیے ایاز اوکاڑہ جا رہے ہیں۔"

"تو بیٹا! پھر تم بھی جاؤ۔ ساس کی خدمت اور نندوں کی تسلی کے لیے تمہارا جانا ضروری ہے۔"

ایاز نے امی کا پورا فقرہ سنا بھی نہیں شاید۔ ٹیکسی میں جا بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔ ٹیکسی آگے بڑھی تو اس نے منہ باہر نکال کر کہا۔

"جلدی آجاؤں گا۔" دونوں ماں بیٹیاں دیکھتی رہ گئیں۔ رات کو سب دیر تک جاگتے رہے۔ وہ کافی دن بعد آئی تھی۔ سب کے پاس اطلاعات اور خبروں کا اسٹاک تھا۔ صبح امی نے اس سے کہا۔

"ایاز نے فون بھی نہیں کیا۔ خیریت تو بتاتا۔ تمہارے ابا کا خیال ہے کہ تمہیں سسرال جانا چاہیے۔ یہ موقع ایسا ہے کہ لوگ تمہاری موجودگی کی توقع کر رہے ہوں گے۔ خدا کرے ایاز کی اماں صحت یاب ہو جائیں مگر تمہارا جانا ضروری ہے۔"

وہ بھی سمجھتی تھی کہ اس کا جانا۔ سسرال میں موجود ہونا ضروری ہے۔ وہاں سب توقع کر رہے ہوں گے۔ اور وہ وہاں نہیں گئی تو اسی پر الزام آئے گا۔ ایاز کو مگر اس بات کی پروا نہیں۔ کون اسے سمجھائے۔

امی خود بھی تیار ہو گئیں۔ وہ تو پہلے ہی تیار تھی۔ احد ان کے ساتھ آیا۔ سہ پہر کو اوکاڑہ پہنچ گئیں۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئی۔ تو دو نندیں اس کے پاس بھاگ کر آئیں۔ اس سے لپٹ کر رونے لگیں۔

"بھابھی! کل بھائی کو اکیلا آتا دیکھا۔ سچ جانیے اتنا دکھ ہوا کہ حد نہیں کہ آپ کو اماں کی اتنی بھی پروا نہیں۔ کیا آپ کو ہمارے دکھ سے واسطہ نہیں۔"

آتے ہی شکووں کی بوچھاڑ۔ وہ سٹپٹا گئی پھر اس نے دونوں کو گلے لگا کر تسلی دی۔

"میں بعد میں بتاؤں گی۔ تم اماں کی خیریت بتاؤ۔"

"وہ اب بہتر ہیں۔ کل کا دن بہت سخت تھا۔ خیر شکر ہے۔ ہم دونوں ہسپتال میں ہی تھے۔ بھائی نے کہا۔ یہاں جمگھٹا نہ لگاؤ۔ تو ہم دونوں گھر آ گئے۔ آپا وہیں ہیں۔"

ہما کی امی نے بھی دونوں کو تسلی دی اور کہا۔

"بیٹا! نماز پڑھا کر دعائے شفا کا ورد کرو۔ ان شاء اللہ تمہاری امی صحت مند ہو کر آئیں گی۔"

چچی موجود تھیں۔ وہ چائے بنوا کر لائیں۔ سب چائے پی رہے تھے کہ ایاز بھی آ گیا۔ سب اس سے اماں کی خیریت پوچھنے لگے۔

"ابھی تو بلڈ پریشر ہائی ہے۔" وہ کچھ پریشان تھا۔ "ڈاکٹر اسی کی کوشش کر رہے ہیں۔ نارمل ہونے پر پھر ــــ تم کب آئیں؟" اب وہ ہما کی طرف متوجہ ہوا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے۔" ایاز کی بہن نے جواب دیا۔

"ہائے بھابھی! آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ بھائی کے ساتھ آپ کو نہ دیکھا تو ہمیں اتنا رونا آیا کہ ایک بھابھی انہیں بھی ہمارے دکھ کا احساس نہیں۔ سچی ہم تو آپ کو ہی بے حس اور خود غرض سمجھ کر برا بھلا کہہ رہے تھے۔"

"فضول باتیں۔ یہ کل آکر کیا کر لیتیں۔" ایاز کھردرے لہجے میں بولا۔ "ڈاکٹر ہیں یا۔"

"نہیں بیٹا! ایسی بات نہیں ہے۔" امی نرمی سے گویا ہوئیں "ذرا سی تسلی۔ تھوڑی سی ہمدردی بھی دکھ کو کم کرنے اور دل مضبوط کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔ ماں کی بیماری سے لڑکیاں پریشان ہو گئیں۔ قدرتی بات ہے۔ ہما کا اس گھر سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ بچیوں کی تشفی کے لیے میں بھی ساتھ آگئی۔" لڑکیاں بھی امی سے لپٹ کر ان کا شکریہ ادا کرنے لگیں۔

"آپ نے بہت اچھا کیا آنٹی! بڑی تسلی ہو گئی۔ بلکہ بھابھی کی طرف سے جو دل میں میل آگیا تھا۔ وہ بھی دھل گیا۔ چچی دن بھر رہتی ہیں مگر چچا بھی بیمار ہیں۔ اس لیے رات کو گھر چلی جاتی ہیں۔ آپ کے آنے سے ہمیں بہت اطمینان ہو گیا کہ کوئی بزرگ تو ہے۔ رات بھر ہم روتے رہیں۔ کوئی نہ تھا جو آنسو پونچھتا۔" وہ سادگی سے اپنا دکھ بیان کر رہی تھیں۔ ایاز چائے پی کر جانے لگا تو ہما نے ہسپتال جانے کی خواہش ظاہر کی۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی میں کچھ دیر آرام کر لوں۔ رات بھر جاگ کر گزاری ہے۔ تھکن ہے۔"

ایاز کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ ہما ساتھ نہیں گئی۔ نندوں کے پاس بیٹھی رہی۔ اسے ڈر تھا کہ ایاز اس سے جواب طلبی کرے گا کہ منع کرنے کے باوجود وہ کیوں آ گئی۔

رات کے لیے کھانا چچی تیار کروا چکی تھیں۔ کہنے لگیں۔ "گھر کی بہو آگئی ہے۔ اب میں جاتی ہوں۔ کل کسی وقت آجاؤں گی۔"

وہ جانے لگیں تو ہما کی امی نے کہا۔ "بہن! آپ اپنے اور اپنے میاں کے لیے کھانا لے جائیں۔"

"ارے نہیں۔ گھر جا کر پکا لوں گی۔" وہ کچھ شرما گئیں۔

"مگر۔۔۔ اچھا نہیں لگتا۔ اب رات کو جا کر پکائیں گی۔ یہاں تیار ہی ہے۔ لے جائیں۔"

ہما نے خود ان کے لیے کھانا نکال کر دیا۔ لڑکیاں حمرا اور سمرا زبان دانتوں میں دبائے بیٹھی تھیں۔

"دیکھا' بزرگوں سے یہ فائدہ ہوتا ہے' چچی تو برسوں سے روز آرہی ہیں۔ ہمیں خیال ہی نہیں آیا۔ کہ ان کے ساتھ کھانا بھیجیں۔ رات کو جا کر پکاتی ہوں گی۔" سمرا نے حمرا کو بھی شرمندہ کیا۔

گھر میں سب نے کھانا کھا لیا۔ تو ہاسپٹل میں بھیجنے کے لیے کھانا ٹفن میں رکھ کر ہما اور امی' ایاز کے ساتھ ہسپتال آئے۔ اماں غنودگی میں تھیں۔ نند نے ہما کو دیکھ کر شکر ادا کیا۔ اماں کا بلڈ پریشر بھی اب کم ہو گیا تھا۔ ہما نے نند سے کہا۔

"آپا! آپ چلی جائیں۔ رات کو میں اور ایاز رہ جاتے ہیں۔ آپ گھر پر آرام کر لیں۔ میں صبح گھر آؤں گی۔"

امی نے بھی تائید کی۔ ہما اور ایاز رہ گئے۔ راحلہ امی کے ساتھ چلی گئی۔ ایاز نے ان کے جاتے ہی ہما پر طنز کی بارش کر دی۔

"کر لی ضد پوری۔ آخر کار آگئیں۔ کیا ضرورت تھی۔ تم کیا سمجھ رہی ہو۔ سب تم سے بہت خوش ہیں۔ جی نہیں ان سب کا خیال ہے کہ تم ہی ان سب سے الگ کر کے مجھے لے گئی ہو۔"

"اگر آپ اپنے ساتھ مجھے لے آتے۔ تو کوئی کچھ نہ کہتا۔" اس نے تحمل سے جواب دیا۔

ایاز پلنگ پر لیٹ کر سو گیا۔ ہما نے کرسی سنبھال لی۔ رات میں اماں کو گھبراہٹ ہوتی یا وہ بے چین ہوتیں۔ ہما فوراً باہر جا کر نرس کو بلا لاتی۔ رات بھر جاگ کر گزاری۔ ابھی پو پھٹ رہی تھی جب ایک نرس نے کھٹ پٹ کی۔ ایاز نے اٹھ کر ہما کو جگانا چاہا۔ نرس نے منع کر دیا۔

"یہ رات بھر جاگتی رہی ہیں۔ آپ کی امی ذرا بے چین ہوتیں۔ آپ کی مسز فوراً ہمیں خبر کرتی تھیں۔ آپ سے زیادہ تو یہ پریشان تھیں۔"

ایاز نے ہما کو جگا کر کہا۔ "اب تم پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہو گی۔"

ہما نے گھڑی دیکھی اور واش روم میں جا کر وضو کر

کے آئی۔ ایاز کے دوبارہ پلنگ پر لیٹنے کی آفر پر اس نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ ابھی وقت ہے۔ نماز پڑھ لوں۔"

"اوہ۔ ہسپتال میں نماز کیا یہ تمہاری آخری نماز ہے۔ جو بے تاب ہو ادا کرنے کے لیے۔"

"ہسپتال میں نماز کی معافی تو نہیں ہے اور ہو بھی سکتا ہے کہ آخری ہو۔ ہم اگلے پل کے بارے میں کچھ کہہ تو نہیں سکتے۔" ہما نے تحمل سے جواب دیا۔

"آخر یہاں جاء نماز کہاں ملے گی۔" وہ جھلایا ہوا تھا۔

ایک نرس اندر آئی تھی اس نے کہا۔ "الماری میں جاء نماز ہو گی۔ یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ اور اس ہسپتال میں خواتین کے لیے نماز ادا کرنے کی ایک جگہ بھی بنی ہوئی ہے۔ کسی سے پوچھ لیں۔ ویسے الماری میں جاء نماز موجود ہے۔"

ہما نے جاء نماز نکالی اور نیت باندھ لی۔ نماز کے بعد ساس کی صحت کے لیے دعائیں بھی کیں۔ وظیفہ پڑھا۔ پنج سورہ پرس سے نکال کر یاسین پڑھی۔

ایاز کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔

"یہ مسجد نہیں ہے۔ اور یہ یاسین کیوں پڑھ رہی ہو۔ کیا اماں کا آخری وقت آگیا ہے۔"

"توبہ۔ صحت کے لیے دعا کر رہی ہوں۔ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ یاسین کی بڑی فضیلت ہے۔"

"اب یاسین کی فضیلت پر لیکچر نہ دینے بیٹھ جانا۔ ہم نے تو یہی سنا ہے کہ بندے کے آخری وقت میں یاسین پڑھی جاتی ہے۔ تاکہ اس کا دم آسانی سے نکلے۔"

ہما ایاز کی فضول گوئی کا کیا جواب دیتی۔ چپ رہی۔ پنج سورہ پرس میں رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اب تو لیٹ جاؤ۔ آرام کر لو۔ نرس کہہ رہی تھی کہ تم رات بھر ان کے پاس پریشانی کے اظہار کے لیے چکر لگاتی رہی ہو۔ ویسے یہاں تو دھاک بٹھا دی تم نے کہ بہو کو ساس کی اتنی فکر ہے۔ بیٹے سے زیادہ پریشان۔"

وہ طنز کے تیر برساتا رہا۔ پتا نہیں اسے کیا تکلیف تھی۔ ہما بالکل خاموش رہی۔ کہنا چاہتی تھی۔ میں آرام کرنے نہیں آئی۔ مگر وہ اسے بھی اپنی طرف اشارہ سمجھتا۔ اس لیے لیٹ ہی گئی۔

نیند تو ایاز کی باتوں نے اڑا دی تھی۔ نو بجے کے قریب حمرا' سمرا ناشتہ لے کر آگئیں۔ ایاز نے ان کے ساتھ ہما کو بھی گھر بھیج دیا۔ ہما نے گھر سنبھالا۔ کافی لوگ خیریت دریافت کرنے آتے رہے۔ ایاز کو دفتر سے چھٹی لینی پڑی۔

☼ ☼ ☼

پھر دو دن بعد اماں گھر آگئیں۔ ان کی دوا' غذا کی پابندی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کرنی تھی۔ ہما نے ذمے داری لی۔ صبح ان کا بلڈ پریشر چیک کر کے نوٹ کرتی۔ پھر ہلکا پھلکا ناشتہ بنا کر لاتی۔ نندوں کو بھی سہولت ہو گئی۔

بڑی اور چھوٹی نندوں کی سسرال لوکاٹہ میں ہی تھی۔ وہ اپنے گھر چلی گئیں۔ منجھلی حمرا چونکہ اماں کے بھتیجے سے بیاہی گئی تھی۔ وہ اماں کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اس کا شوہر کئی کئی دن کے لیے گھر سے کیا شہر سے باہر دوروں پر رہتا تھا' اس لیے اماں نے بیٹی کی تنہائی کے خیال سے اسے گھر میں ہی رکھ لیا تھا۔ ساس بیٹی دونوں کی تنہائی کا ازالہ ہو گیا تھا۔ امی تو دوسرے دن احد کے ساتھ واپس چلی گئیں۔

ساس بھی بہو کو دیکھ کر خوش ہوئیں۔ ایاز کی چھٹی ختم ہو گئی۔ ہما ساتھ نہیں گئی۔ ابھی اماں بہت کمزور تھیں۔ انہیں دیکھ بھال کی ضرورت تھی۔ ایاز نے بھی محسوس کیا کہ جس ذمے داری اور پابندی سے وہ اماں کا خیال رکھ رہی تھی۔ حمرا کے لیے مشکل ہوتا۔ وہ چلا گیا مگر اس کے کھانے پینے کی بھی ہما کو فکر تھی۔ ناشتہ تو وہ خود بنا سکتا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ ہما کی امی کے تقاضوں پر اس نے سسرال آکر کھانا قبول کر لیا۔ رات کے لیے امی اس کا کھانا ساتھ کر دیتی تھیں۔ ہما کو اطمینان ہو گیا۔

وہ دس بارہ دن بعد ہی اماں کو مکمل صحت یاب دیکھ کر واپس آئی۔ گھر آکر اس نے خاصی تبدیلی دیکھی۔

صاف ستھرا فرش اور کچن بھی بالکل صاف۔ ہر چیز اپنی جگہ پر موجود۔ جبکہ ایاز تو کسی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنے کا قائل نہ تھا۔ کبھی جب بھی وہ میکے میں رک جاتی۔ واپس آکر گھر کو تلپٹ ہی دیکھا۔ گیسٹ روم میں تو لگتا تھا کوئی مہمان رہتا ہے۔ میز پر کاغذات اور قلم رکھے ہوئے۔ کرسی کی پشت پر جاء نماز تہہ کی ہوئی رکھی تھی تعجب۔ اس گھر میں نماز کون پڑھنے لگا تھا۔ کیا ایاز اپنی تنہائی کی وجہ سے اس کمرے کو استعمال کرنے لگا اور نماز بھی۔ واہ۔

باہر آئی تو ایاز نے غلط فہمی دور کرنے میں دیر نہ کی۔

"اوہو! بھول گیا۔ گیسٹ روم میں فرید ٹھہرا ہوا ہے۔ میرا کلاس فیلو ہے۔ اس کو ایک پروجیکٹ ملا ہے۔ یہاں سے اس کا آفس نزدیک ہے۔ کرائے کا کمرہ تلاش کر رہا تھا۔ میں نے کہا میرا پورا گھر ہی خالی ہے' آجاؤ۔ وہ آگیا۔"

"اب میں آگئی ہوں۔ اس کو جلتا کریں۔"

"کیوں صبح جا کر رات کو آتا ہے۔ ہمیں کیا تکلیف ہے۔ یہ صفائیاں وغیرہ بھی وہی کرتا ہے۔ صبح ناشتہ بناتا ہے۔ مجھے تو اس نے بہت آرام پہنچایا۔ دیکھ لو۔ صبح برآمدہ' صحن سب دھو کر گیا ہے۔ تمہارا بھائی بند ہے۔ نمازی پرہیزگار۔"

"مگر۔۔۔ یہ مناسب تو نہیں ہے۔ میرا تو وہ نامحرم ہے۔ میں کیوں؟"

"اب اس سے میں تو نہیں کہہ سکتا کہ جاؤ بھئی ہماری بیگم کا آرڈر ہے۔"

"آرڈر نہیں اصول کی بات ہے۔"

"شریف بندہ ہے۔ بہت زیادہ شریف۔ تم ملو گی تو اس کی مرید ہو جاؤ گی۔ دن میں تو اس کی شکل ہی نظر نہیں آتی۔ مجھے بھی صبح ناشتے کے وقت ہی نظر آتا ہے۔ پھر غائب' البتہ چھٹی کا دن وہ کپڑے دھونے' استری کرنے میں گزارتا ہے۔ اس لیے موجود ہو گا۔ تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ میں بھی گھر پر ہوں گا۔"

ایاز کے پاس تو اس کی حمایت میں بے شمار دلائل تھے مگر اسے عجیب لگ رہا تھا۔ غیر آدمی کی موجودگی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ شریعت میں بھی اس کی گنجائش نہیں۔ ایاز کو اس بات کی پروا نہ تھی کہ وہ کسی غیر آدمی کی موجودگی میں اپنے گھر میں ہی آزادی سے چل پھر نہیں سکے گی۔ صبح وہ ناشتہ بنا رہی تھی تو ہر آن دھڑکا لگا رہا کہ ایاز کا دوست اگر ایاز جیسا ہی ہوا۔ تو بے دھڑک کچن میں آجائے گا۔ مگر وہ کمرے میں ہی رہا۔ ناشتہ میز پر رکھا ہی تھا کہ ایاز نے پکار کر کہا۔

"آجاؤ فرید! آج خالص اور بہترین ناشتہ کر لو۔" ہما نے ایاز کو گھورا۔

فرید نے کمرے سے ہی کہا۔ "تم کر لو بھائی۔ میں بنا لوں گا ناشتہ' کچن میں کر لوں گا۔"

ایاز اٹھ کر چلا گیا۔ جاتے جاتے مسکرا کر کہا۔ "شرما رہا ہے۔"

پھر وہ اس کا بازو پکڑ کر لے آیا۔ "یار! میری بیوی بھوت یا چڑیل نہیں ہے۔ جو تم ڈر رہے ہو۔ نہ درندہ ہے۔ جو تمہیں کھا جائے گا۔ نہیں' کھا جائے گی۔ ٹھیک؟"

وہ شرارت کے موڈ میں تھا۔ فرید واقعی شرما رہا تھا۔ گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ دبی زبان سے السلام علیکم کہہ کر ناشتہ شروع کر دیا۔ ہما نے شکر ادا کیا۔ اس نے تو نظر اٹھا کر دیکھا ہی نہیں۔ ایاز کچھ نہ کچھ بول رہا تھا۔ جس کا جواب فرید اور ہما کی طرف سے ہوں ہاں میں ہی مل رہا تھا۔ ہما سب سے پہلے اٹھ گئی۔ بعد میں ایاز سے شکوہ کیا۔

"زبردستی پکڑ لائے اسے۔ کیا سوچے گا وہ۔ کر لیتا ناشتہ کچن میں۔"

"بھئی۔ اچھا نہیں لگتا۔ روز وہ مجھے بنا کر کھلاتا تھا۔ آج اکیلا بنا کر کرتا۔ واہ شریف آدمی ہے۔ برسوں کی واقفیت ہے۔ دیکھا تھا' کس قدر شرما رہا تھا۔"

"پھر بھی شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"ہر معاملہ مذہب اور شریعت سے جوڑنے کی ضرورت نہیں۔" ایاز کو بھلا جواب سے روکنا ہما کے بس کی بات تو نہ تھی۔

"جب تم بازار جاتی ہو۔ شاپنگ کرتی ہو۔ برقعہ تو

نہیں پہنا ہوتا تم نے۔ دکانداروں سے حجت کرتی ہو۔ ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ اکیلی آتی جاتی ہو۔ شریعت اس وقت خاموش رہتی ہے۔ پردہ تو تم کرتی نہیں ہو۔ پھر تمہیں کیا اعتراض ہے۔"

ایاز کے جواب نے اسے چپ کرا دیا گو کہ پردہ وہ نہیں کرتی تھی۔ مگر چادر سے جسم چھپا کر باہر نکلتی تھی۔ مگر پھر بھی۔

"دیکھئے' وہ الگ بات ہے۔ مگر گھر میں۔ اس طرح رہنا۔ الجھن ہو رہی ہے مجھے۔"

"محترمہ! آپ کی نیت صاف ہے۔ دامن پاک اور کردار مضبوط ہے تو دس نامحرم گھر میں ہوں۔ کچھ فرق نہیں پڑتا۔ تم دیکھ لینا۔ وہ بے ضرر انسان ہے۔"

ایاز پر کسی بات کا اثر نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

پھر گزرتے دنوں میں ہما نے دیکھا۔ وہ واقعی بے ضرر ہے۔ صبح ناشتہ کر کے جاتا۔ تو رات گئے واپس آتا گھر کی ایک چابی فرید کے پاس تھی۔ وہ مسجد میں عشاء پڑھ کر پھر کسی ہوٹل سے کھانا کھا کر آتا تھا۔

ہما نے ایاز سے کہا کہ فرید سے کہے "رات کا کھانا وہ یہیں کھا لیا کرے۔ ہم اس کے کمرے میں یا کچن میں ہی کھانا رکھ دیا کریں گے۔"

ایاز نے فرید سے کہا مگر فرید مانا نہیں۔ ہما کو اس کی ایک عادت بہت پسند تھی۔ وہ نماز کا پابند تھا۔ فجر کی نماز کے وقت اس کے کمرے سے آوازیں بھی آتی تھیں کبھی وہ برآمدے میں نماز پڑھ لیتا۔ تلاوت بھی کرتا تھا۔ بہت زیادہ صفائی پسند تھا۔ وہ سوچتی "کاش۔ ایاز اسی سے کچھ سیکھ لیتے۔" وہ یہ کہنے سے باز نہ رہ سکی۔

"فرید کو دیکھ کر بھی آپ کو نماز پڑھنے کا شوق نہیں ہوتا۔"

"وہ اپنی جنت کما رہا ہے۔ میں اس کی نقل کر کے کیا کروں گا۔" لاپروائی۔

"آپ بھی جنت کما لیں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"تاکہ تم کہہ سکو کہ میں نے فرید سے متاثر ہو کر نماز پڑھ لی۔"

"فرض تو بس فرض ہے۔ کسی سے متاثر ہونے کی تو بات ہی نہیں ہے۔"

"تم مجھے جہنمی ثابت کرنے کی کوشش کرتی رہو۔ اچھا؟" وہ سخت ناراض تھا۔

ہما سہم گئی۔ واقعی وہ کیوں اسے مجبور کرتی ہے۔ معلوم ہے کہ اسے یہ ذکر پسند نہیں۔ پھر۔ مگر وہ کیا کرتی۔ فرید کو نماز کا اہتمام کرتے دیکھ کر دل چاہتا تھا۔ ایاز بھی جمعے کو ہی سہی نہا دھو کر سفید کرتے شلوار میں مسجد جاتا۔ کتنا اچھا لگتا۔ اس نے اپنے میکے میں یہی دیکھا تھا اور یہاں پتا نہیں ایاز کے والدین نے اسے نماز کی تلقین کی بھی تھی کہ نہیں۔ جب وہ فرید کو دیکھتی تو اسے اپنے گھر میں کسی کمی کا احساس ہوتا۔

پھر کچھ دن بعد فرید چلا گیا اور ہما کو عجیب سی تنہائی نے گھیر لیا۔ وہ تھا تو ذہن بٹا رہتا۔ صبح فجر کے وقت دروازہ کھلنے کی آواز۔ اس کے قدموں کی چاپ۔ تلاوت کی میٹھی نرم آواز کے ہلکورے ساعت میں رس گھولتے۔ کبھی بلند آواز میں تکبیر۔ ابھی تو وہ ان آوازوں کی عادی ہوئی بھی نہ تھی کہ وہ غائب ہو گئیں۔ اسے تنہائی سے خوف آنے لگا۔

پھر ایاز زلیخا کو لے آیا۔ صبح آ کر وہ شام کو جاتی۔ تنہائی تو دور ہو گئی۔ مگر اب کوئی کام نہ رہا۔ وہ بور ہو جاتی اور سوچ میں گم رہتی۔ مشاغل کی کمی اور ایاز کی دن بدن بڑھتی بے نیازی۔ وہ سوچتی کہ آخر بیٹی کے والدین بیٹی کی شادی کے لیے صرف ظاہری اسباب کو ہی مدنظر کیوں رکھتے ہیں۔ اعلا تعلیم بہترین جاب' خوش حال گھرانہ اور بس۔ ذہنی مطابقت کی اہمیت کیوں نہیں۔ ماحول کا اندازہ۔ خیالات سے آگہی نہیں۔ بس بوجھ اتارنا ہے۔ لڑکی پر کیا گزرتی ہے۔ اسے والدین کے فیصلے کے بھرم کی خاطر کیا کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہ اس سے لاعلم رہتے ہیں۔ ایاز کو ہما کی ذہنی کیفیت کا اندازہ ہوتا۔ تو شاید وہ اپنے خیالات کا اظہار بے دردی سے نہ کرتا۔ بے خیالی میں یا دلی خواہش کے تحت ہی

اس کے منہ سے نکل گیا۔
"آج جمعہ ہے۔ مسجد میں۔ نماز پڑھ کر دعائیں ہی کرلیں۔"
"کیسی دعائیں؟"
"یہی ـــ اپنی صحت۔ کاروبار کی ترقی۔ اماں کی صحت بہنوں کی مانگ لیں اللہ سے سب۔"
"سب کچھ تو ہے میرے پاس۔ تم ہو۔ اماں بھی صحت مند ہیں بہنیں بھی خوش باش۔"
"پھر بھی ـــ انسان کو ہر لمحہ اللہ سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہنا چاہیے۔"
"دنیا کی ہر نعمت ملی ہوئی ہے۔ سب سے بڑھ کر تم جیسی حسین اور باوفا بیوی ہے میرے پاس۔ کمی کوئی ہے نہیں۔ اس کے علاوہ یہ جو ملا ہوتے ہیں۔ میرا ان سے اختلاف ہے۔ یہ زبان سے کچھ کہتے ہیں۔ عمل کچھ اور ہوتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے میں بھی منافق ہو جاؤں۔ یہ مجھے منظور نہیں۔" وہ تو ہر بات صاف کہہ جاتا تھا۔ ہما توبہ کرتی رہتی۔
"تو خیر، نماز گھر میں بھی پڑھ لی جائے تو ہر نعمت تو ہے۔ مگر بچہ ہی مانگ لیں۔" وہ بہت ہچکچا کر ہی یہ بات کہہ سکی۔ وہ جیسے چونک گیا۔ طنز اس کے چہرے پر بکھر گیا۔ عجب بیزار سی لکیر ہونٹوں پر کھنچ گئی۔
"واہ! اب یہ نئی خواہش پالنے لگیں۔ بچہ ـــ کیا فضول سی خواہش ہے۔ کیا نماز پڑھنے سے بچہ آجائے گا؟ تم پڑھتی تو ہو۔"
اس نے بات پوری کی نہیں۔ مطلب یہی تھا کہ اگر نماز پڑھنے سے بچہ مل جاتا ہے تو تم نے کتنے بچے پائے یا کیوں نہ پیدا کیے۔
ہما کا دل بھر آیا۔ "میرا دل چاہتا ہے کہ ہو۔"
اس نے دل کڑا کر کے کہہ دیا۔ پھر اس کے کچھ کہنے سے پہلے کمرے میں گھس گئی۔ کئی دن ایاز کا موڈ خراب رہا۔ کئی دن ہما اداس رہی۔ وہ محض خود کو مصروف رکھنے اور خواہش کو زبان دینے سے بچنے کے لیے کبھی کپڑے دھونے لگتی۔ کبھی استری کرتی۔ ایاز کو غصہ آتا۔
"زلیخا ہر کام کے لیے رکھی گئی ہے۔ تمہیں بھی شوق ہے تکلیف اٹھانے کا۔"
وہ کچھ نہ بولی۔ کہتی کہ پھر کیا کروں۔ دن کیسے گزرے۔ خالی بیٹھے بیٹھے ذہن میں برے برے خیالات جنم لیتے۔ کبھی وہ اندر سے اپنے پرانے کپڑے جو دل سے اتر گئے تھے۔ نکالتی ان میں کچھ جدت پیدا کرتی۔ کسی پر کڑھائی کرتی تو کسی کو کروشیے کی بیل سے نیا رنگ دیتی۔ پھر اون منگا کر سوئٹر بننے لگی۔ پھر بھی ـــ یہ محض دل کا بہلاوا تھا۔ کچھ دیر، کچھ ساعت کا ہر کام شروع ہو کر ختم ہو جاتا اور ذہن کسی نئی مصروفیت کی تلاش کرنے میں بھٹک جاتا۔ اس کی ہر وقت کی سوچ اور بیزاری کی کیفیت سے ایاز کو غصہ آتا۔ وہ بڑبڑاتا۔ کبھی ڈانٹتا۔ روز چخ چخ رہنے لگی۔ تنہائی کا ذکر سن کر اور بھی بگڑتا۔ اس دن زلیخا کے چھٹی پر جانے اور اپنی تنہائی کے ذکر پر وہ سوچ رہی تھی شاید وہ کہے۔ تم میکے چلی جایا کرو۔ مگر وہ بھلا کب چاہتا تھا کہ وہ کہیں جائے۔
ہما نے پڑوس میں جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ ثریا باجی کی ساس کا سامنا کرنے سے شرمانے لگی تھی۔ وہ بھی ان دنوں نند کی شادی کے سلسلے میں مصروف تھیں ـــ کتنے دن سے آئی ہی نہیں تھیں۔

☆ ☆ ☆

"گھر آتا ہے انسان تو خوشی چاہتا ہے۔ بیوی کی محبت اور چاہت کی خواہش لے کر۔ یہاں آکر بیگم کے مزاج ہی برہم نظر آتے ہیں۔ زلیخا دو دن کے لیے گئی ہے۔ مر تو نہیں گئی، آجائے گی۔ میرا دماغ اپنی فضول باتوں سے خراب نہ کیا کرو۔ آخر میں کروں کیا؟"
"آپ ـــ آپ کہیں تو میں ڈاکٹر ـــ لیڈی ڈاکٹر کو دکھا دوں۔" ڈرتے ڈرتے ہی بولی تھی۔
"کس لیے؟ بیمار ہو تم؟ کیا ہوا ہے؟" وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔ یقیناً سمجھ تو گیا تھا اس کا مطلب۔
"نہیں بس ایسے ہی۔ کیا ـــ کیا وجہ ہے کہ بچہ ـــ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔"

"پھر بچہ۔۔۔ بیگم صاحبہ! بچہ اس لیے نہیں ہوتا کہ میں نہیں چاہتا۔ مجھے بچے اچھے نہیں لگتے۔"

ہما حواس باختہ ہو گئی۔ اس جواب کی توقع نہیں تھی اسے۔ ایاز کے غصے سے بچنے کے لیے پھر بے تکے پن سے بول پڑی۔

"وہ۔۔۔ اصل میں زندگی میں یکسانیت ہوتی ہے تو مزاج پر بھی اثر پڑتا ہے تھوڑی تبدیلی سے اچھا اثر پڑتا ہے۔ کوئی شغل ہو۔ کوئی مصروفیت۔ میں۔"

"کیا میں میں، نہیں چاہیے مجھے تبدیلی۔" وہ اسے گھور کر بولا۔ "اور مجھے اولاد کی ہرگز خواہش نہیں۔ نہ ہی میں خاندان بڑھانے کا ذریعہ بننا چاہتا ہوں۔ سمجھیں۔ دنیا میں لاکھوں لوگ اسی حماقت میں مبتلا ہیں۔ یہ غربت، جہالت سب اسی آبادی بڑھانے کے نتیجے ہیں۔ میرے لیے میں اور تم کافی ہیں۔ سن لیا۔"

"مگر۔۔۔ مجھے بچہ چاہیے۔"

وہ دھک دھک کرتے دل کو قابو کرنے میں لگی رہی۔ زبان کو اپنی اولین جائز خواہش کو بیان کرنے سے روک نہ سکی۔ حالانکہ اسے بحث یا بحث بالکل پسند نہ تھی۔ مگر وہ اپنی تنہائی اور مشغلے کے نہ ہونے سے بیزاری کا اظہار کیسے کرتی۔

"مجھے بچہ نہیں چاہیے۔" وہ پوری طاقت سے چلایا۔

اس کے غرانے سے ہما ڈر گئی۔ اسے سہما دیکھ کر ایاز کو اور غصہ آیا۔ اس کے ہاتھ میں گلاس تھا۔ وہ زور سے فرش پر دے مارا۔ شاید اس کی چھناکے کی آواز بہت پسند آئی کہ میز پر رکھے چائے کے برتن بھی ایک کے بعد ایک پھینکنے توڑنے شروع کر دیے۔ ساتھ ہی وہ چیخ بھی رہا تھا۔

"ناشکری عورت! کتنے عیش کرائے۔ شان دار گھر لے کر دیا۔ اے سی لگوائے۔ سارے کمروں میں قالین بچھوا دیے۔ قیمتی لباس لے کر دیے۔ اتنا خرچ تو بادشاہوں نے بھی نہ کیا ہو گا۔ اور اسے۔ پھر بھی کمی لگتی ہے۔ کسی وقت خوش ہوتے نہیں دیکھا۔ اسے بچہ چاہیے۔"

وہ اب ادھر ادھر رکھے ڈیکوریشن کے بلوری پیسز کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ ہما نے اسے پکڑا۔ غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ معافی مانگی، کھینچتی رہی۔ مگر نہ جانے کیسا بھوت اس پر سوار تھا کہ وہ اس کی ہر کوشش ناکام بناتا رہا۔

"بلاؤ اپنے ماں باپ کو۔" وہ پھر لال آنکھوں سے اسے ڈراتا ہوا چلایا۔ "ان کو بتاؤ۔ تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔ تمہیں کوئی اور پسند آگیا ہے۔ جاؤ پھر اسی کے پاس۔" ہما توبہ توبہ کر کے رونے لگی۔ اس کے اختیار میں کچھ نہ تھا۔

"تم، تم کو میرے ہر عمل پر اعتراض ہوتا ہے۔ میرے ہر فعل میں برائی نظر آتی ہے۔ میرے ساتھ رہنے میں تمہارے مذہب کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ میرے لیے طرح طرح کے فتوے ڈھونڈ کر سناتی ہو۔ ارے تمہیں کوئی اور پسند تھا۔ تو مجھ سے شادی کیوں کی؟"

"ایاز، ایاز پلیز۔ میں کچھ نہیں چاہتی۔ مجھے معاف کر دیں۔" روتی جاتی اور اس کا ہاتھ پکڑتی جاتی۔ مگر ایاز پر اب جنون طاری ہو چکا تھا۔ ہر ہاتھ آئی چیز وہ اٹھا کر پھینک رہا تھا۔

"عیش کرائے۔ نوکر لا کر رکھی۔" اس کا احسان جتانے کا موڈ ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔

"ایاز! مجھے کچھ نہیں چاہیے آپ کے سوا۔ پلیز رک جائیں۔ کیا کر رہے ہیں آپ۔"

وہ اسے دونوں بازوؤں سے دبوچ کر کمرے میں جانے سے روکنے لگی۔ یہ حرکت اور بھی مہنگی پڑی۔ ایاز نے پوری طاقت سے اسے دھکا دیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی دور جا گری۔ ساتھ ہی ایاز نے سارا قصہ ہی ختم کر دیا۔

"دفع ہو جاؤ تم میرے سامنے سے ورنہ آج سے تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے حرام ہیں۔ بس؟ خوش ہو جاؤ بس۔۔۔ یا اور کچھ۔۔۔ چلو پھر آج۔"

اور یہ کہتے کہتے اس نے طلاق کے تین نہیں پانچ بار الفاظ منہ سے نکالے۔ ہما۔۔۔ وہ تو جیسے اپنی جگہ

منجمد ہو گئی تھی۔ حواس قابو میں نہ تھے۔ وہ اسے ہر ہاتھ آئی چیز پھینکتے دیکھتی رہی۔ اب رہ کیا گیا تھا۔ اسے خبر نہ ہوئی۔ کب ایاز اپنے مشغلے سے بیزار ہو کر باہر نکل گیا اور کب پڑوسن ثریا باجی کی ساس اندر آئیں۔ اسے زمین سے اٹھایا۔ پلنگ پر بٹھایا۔ پانی پلایا۔ وہ خود بھی سنجیدہ اور غمگین تھیں۔

"چلو بیٹی! اب اس گھر سے تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ ایاز نے ابھی ہمارے گھر آکر بتایا تھا۔ اب تم اس کے لیے غیر ہو۔ چلو میں تمہیں تمہارے میکے چھوڑ آؤں۔"

ہما کے جسم میں جان ہی نہیں رہی تھی۔ وہ حسرت بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ آنسو آبشار کی طرح چہرے پر گرنے لگے۔ روتے روتے اس نے کہا۔

"آنٹی! ہمارا کوئی خاص جھگڑا تو ہوا نہیں تھا۔ پتا نہیں انہیں کیوں اتنا غصہ آگیا۔ میں تو خود حیران ہوں۔ پلیز انہیں آنے تو دیں پھر۔"

"دیکھو بیٹی! غصہ اسی لیے حرام کیا گیا ہے۔ اس میں انسان عقل ہوش کھو بیٹھتا ہے۔ پھر بھی غصے کی کوئی وجہ تو ہو گی۔ تم نے کچھ کہا ہو گا۔" وہ ہر طرف ٹوٹے برتنوں کا طوفان دیکھ رہی تھیں۔

"میں سچ کہتی ہوں آنٹی! میں نے کوئی غلط حرکت نہیں کی۔ بس اتنا ہی کہا تھا کہ۔۔۔ اگر بچہ ہو جائے تو ہماری یکسانیت اور تنہائی ختم ہو سکتی ہے۔"

وہ رو رو کر بمشکل بتا سکی۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ کندھے تھپکنے لگیں۔

"بس بچی مردوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ دین سے لاعلمی بھی ایک وجہ ہے۔ حالانکہ اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں طلاق ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ مگر۔۔۔ مرد تو غصے میں خدا کو بھول جاتے ہیں۔ بھلا انہیں حدیث کیا یاد ہو گی۔"

☆ ☆ ☆

میکے میں اس کا داخلہ کس طرح ہوا۔ ٹوٹا ہوا دل۔ آنسوؤں کی بارش۔ گرنے سے پیر میں چوٹ آئی تھی۔ لنگڑاتی ہوئی فق چہرہ لیے بکھرے بالوں سے چھڑائے ہونٹوں کے ساتھ۔ گھر میں سب بے خبر تھے۔ امی کے حواسوں پر بجلی گری۔ آنٹی ان لوگوں کے لیے شناسا نہیں تھیں۔ انہوں نے ہما کو کرسی پر بٹھا کر۔ امی سے بات کی۔ ہما آنکھیں بند کیے خود پر گزرنے والی قیامت کا حال سن رہی تھی۔ بھائیوں کی آوازیں۔ امی کا واویلا وہ کسی کے سوال کا جواب نہ دے سکی۔ فہد بار بار ایاز کے موبائل پر ٹرائی کرتا رہا۔ وہ بند تھا۔ گھر پر بھی کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔

"میں خود جاتا ہوں۔ گھر پر ہوں گے۔" فہد نے ارادہ ظاہر کیا۔

"کوئی فائدہ نہیں۔" آنٹی نے کہا۔ "وہ گھر کی چابی مجھے دے کر گیا ہے۔ میں گھر لاک کر آئی ہوں۔"

ابا مسجد سے آئے۔ تب تک آنٹی وہیں رکی رہیں۔ جو کچھ ہما سے معلوم ہوا تھا اور گھر کا جو حال تھا۔ وہ سب انہوں نے بڑی دردمندی سے سنایا۔ گھر میں سناٹا چھا گیا۔ وہ رات ہما کے لیے قیامت کی رات تھی وہ اپنا قصور کس سے پوچھے۔ امی بھی رو رہی تھیں۔ بھائی غمگین۔ پھر ابا نے ہی امی کو تسلی دی۔

"جو کچھ ہوا۔ اچھا نہیں ہے۔ مگر ہمیں مشیت کے اشارے پر صبر کا حکم ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا مصلحت ہے یا ہمارے لیے کیا بہتری ہے۔ پھر بھی میں شکر ادا کرتا ہوں کہ کسی بڑی خرابی سے بچنے کے اشارے ہوں۔ میں صبح۔۔۔ ایاز کے آفس جا کر بات کروں گا۔ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں اپنی بیٹی کی نیکی، شرافت اس کے صبر و برداشت کا گواہ ہوں۔ اس لیے اسے الزام نہیں دے سکتا۔ ایاز نے بھی کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ اس لیے۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔ تم اٹھو۔ کھانے کا انتظام کرو۔ گھر میں ماتم کی فضا نہیں ہونی چاہیے۔ رزق سے بے اعتنائی اللہ کو پسند نہیں۔"

کھانا کھاؤ بیٹی اور بھول جاؤ کہ کیا ہوا ہے۔ اللہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔" ابا نے اسے سمجھایا۔

ابا تو مسلسل اسے سمجھا رہے تھے صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ لیکن خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا۔ امی کریدکرید کر اس سے نہ جانے کیا اگلوانا چاہتی تھیں۔ مگر بتانے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ البتہ اس نے امی سے اتنا ضرور کہا۔

"ابا سے کہیں۔ کسی عالم یا مفتی سے مسئلہ پوچھیں۔ اس وقت کوئی گواہ نہ تھا۔"

امی نے ابا سے بات کی۔ وہ صبح ایاز کے دفتر جارہے تھے رک گئے۔ آہستہ سے بولے۔

"وہ خود تو تھی اور یہ بات وہ پھر دوبارہ' سہ بار بھی کہہ سکتا ہے۔ ایسے آدمی کا کیا بھروسا۔ اتنی ذلت سہ سکتی ہو؟"

ابا ایاز سے ہما کا قصور پوچھنے کے ارادے سے گئے تھے۔ اس کا دوبارہ رشتہ جوڑنے نہیں۔ ایاز آفس نہیں آیا تھا۔ وہ ایک ہفتے کی چھٹی لے کر اوکاڑہ چلا گیا تھا۔ فہد نے اوکاڑہ جانے کا ارادہ کیا۔ ابا نے منع کردیا۔

"یہ بہت شرم کی بات ہے۔ اسے خود آنا چاہیے۔ اگر ذرا سی بھی گنجائش نکلتی ہے تو بات کی جاسکتی ہے۔ مگر میرے خیال میں اس کو ختم ہی سمجھو۔"

فہد اور احد تو کئی بار گھر بھی گئے۔ پھر پڑوس میں جاکر پوچھا۔ وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ ایک عالم سے بات کی تھی ابا نے۔ وہ خود ایاز سے مل کر بات کرنا چاہتے تھے مگر تین چار دن کے بعد باقاعدہ تحریری طلاق نامہ بھی مل گیا۔ اب سب کچھ ختم ہوگیا۔ ذرا سی امید کی کرن جھلک دکھا کر تاریکی میں ڈوب گئی۔

☆ ☆ ☆

دن سستی میں گزرنے لگے۔ اب ایاز سے ملنا' بات کرنا کسی کو گوارا نہ تھا۔ فہد کو ایک اچھی جاب مل گئی تھی۔ امی نے ایک لڑکی دیکھی تھی۔ چاہتی تھیں کہ منگنی کرلیں۔ ہما کو دکھانے کی منتظر تھیں کہ یہ سانحہ ہوگیا۔ سب چپ ہوگئے۔ پھر بھائیوں کی دل جوئی۔ ماں باپ کی شفقت۔ سہیلیوں کے تشفی دلاسے آخر کار ہما کو زندگی کی طرف کھینچ لائے۔ پھر بھی رات کو اکثر اس کا تکیہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ وہ تصور میں ایاز سے سوال کرتی۔ کیا قصور کیا تھا میں نے؟ اسے کوئی جواب نہ ملتا۔

فہد کو ٹریننگ کے سلسلے میں اسپین جانا تھا۔ اس لیے منگنی جلدی میں طے کی گئی۔ فہد کی منگیتر امی کے رشتے سے ان کی بھتیجی لگتی تھی۔ بہت پیاری سی تھی۔ شریر اور چلبلی۔ منگنی میں لڑکی والوں کے ہاں ثریا باجی اور آنٹی ملیں۔ ہما کا رنگ اڑ گیا۔ وہ ہر کسی کے سامنے خوف زدہ ہوجاتی تھی۔

آنٹی خود اٹھ کر اس کے پاس آئیں۔ بہت پیار کیا۔ گو کہ امی نے فہد کی ساس کو اس کی طلاق کے بارے میں بتادیا تھا۔ مگر ہما کو پھر بھی شرمندگی نے گھیر لیا۔ آنٹی بتانے لگیں۔

"ایاز اپنی ماں بہن کو لے آیا تھا۔ ہر روز ان سے جھگڑے کرتا تھا۔ ایک دن ایاز کی بہن ہمارے ہاں آئیں۔ میں نے انہیں درس میں آنے کی دعوت دی۔ وہ دراصل تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ ہم سب نے تو تعریف ہی کی۔ پھر وہ درس میں بھی آگئیں ماں بھی۔ وہ بھی ہم سے سوالات کرنے لگیں۔ قدرتی بات ہے۔ ہم نے تو تعریف ہی کی۔ اگلے دن ایاز نے ان سے خوب جھگڑا کیا۔ درس میں کیوں گئیں۔ میں نے کبھی ہما کو نہیں جانے دیا۔ تم لوگ کیوں گئیں اور محلے والوں سے ٹوہ کیوں لے رہی ہو وغیرہ۔ پھر وہ دونوں واپس چلی گئیں۔ یہ سب زلیخا نے آکر بتایا۔ وہ ہمارے ہاں کپڑے دھونے آتی ہے۔ میں نے اسے ڈانٹا کہ محلے کے کسی گھر کی باتیں دوسرے گھر جاکر نہیں کرنا چاہئیں۔ غرضیکہ اب زلیخا نے ایاز کا کام چھوڑ دیا ہے۔ اکیلے گھر میں اس کا کام کیا

ہے۔"
انہوں نے امی سے مخاطب ہو کر کہا۔
"بہن کبھی اس بات کی فکر نہ کرنا کہ تمہاری بیٹی کی طلاق سے کوئی خرابی ہوئی ہے۔ اللہ کو اس کی بہتری منظور ہے۔" ہما کو بڑی تقویت ہوئی۔

☆ ☆ ☆

پھر فہد اسپین چلا گیا۔ تین ماہ کے لیے اور چھ ماہ بعد شادی طے ہوئی۔ امی افراتفری میں بری کی تیاریاں کرنے لگیں۔ ہما بھی ان کے ساتھ بازار جاتی۔ اس نے اب سب کی خوشی میں شریک ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اسے صبر آگیا تھا اور صبر میں بڑی قوت ہوتی ہے۔ ابھی تیاری مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اس کے لیے بھی ایک رشتہ آگیا۔ سب ہی حیران تھے۔ ابھی اس واقعے کو ایک سال بھی نہیں ہوا اور ابا کو رشتہ پسند آگیا۔ وہ لڑکے سے مل آئے۔ دفتر والوں سے کچھ معلومات بھی لے لیں۔ امی نے ہما کو آگاہ کیا۔
"ویسے تو سب ٹھیک ہے۔ بس ایک بات تو یہ کہ یہ گاؤں سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرے کرشن نگر کی ایک گلی میں چھوٹا سا مکان ہے اس کا۔"
"امی کرشن نگر شرفاء کی آبادی ہے۔" صمد نے کہا۔

"ہاں تمہارے ابا بتا رہے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ داڑھی بھی ہے۔" امی کو گاؤں۔ کرشن نگر میں چھوٹا سا مکان اور داڑھی پر بھی شاید اعتراض تھا۔
وہ چپ رہی۔ احد مگر خاصا پرجوش تھا۔ "وہ یہاں آئے اور ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے گئے۔ بہت شائستہ ہیں۔"
امی نے اس سے کہا۔ "تم چاہو تو اس سے مل لو۔ شریعت میں اجازت ہے۔"
ہما جانتی تھی۔ اس کے والدین زیادہ دیر اسے یوں بیٹھا نہیں رہنے دیں گے اور ذرا دیر کی ملاقات میں بھلا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایاز سے تو ابا نے کئی ملاقاتوں کے بعد مطمئن ہو کر ہی اقرار کیا تھا۔
"امی! آپ مجھ سے اکتا گئی ہیں۔ اتنی جلدی مجھے پھر۔۔۔ نئے امتحان میں نہ ڈالیں۔ امی! مجھے ڈر لگتا ہے۔" وہ رونے لگی۔
"بیٹا! فرض کی ادائیگی میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اور اب تو تم ہمیں اور بھی عزیز ہو گئی ہو۔"
امی نے اسے پیار کیا۔ "اسی لیے ہم فہد کے ساتھ تمہاری خانہ آبادی چاہتے ہیں۔ رشتہ تو ایک اور بھی ہے مگر یہ لڑکا سب کو پسند آیا ہے۔ فہد نے فون پر ہی اس کا انٹرویو لیا۔ اوکے کر دیا۔ لیکن تمہاری مرضی کے بغیر تو کچھ نہیں ہو گا۔"
وہ چپ رہی تو امی نے آہستہ سے کہا۔
"بہتر ہو گا کہ تم اس سے مل لو۔ ویسے میں نے بھی اسے دیکھا تو ہے۔ چھوٹی سی داڑھی ہے۔ مگر اچھی لگتی ہے اس کے چہرے پر۔ اس کی اماں بھی آئی تھیں۔ سیدھی سادی دیہاتی خاتون ہیں۔ سب نے ان سے کہا۔ آپ نے داڑھی کیوں رکھنے دی ابھی سے۔ کہنے لگیں یہ فرید کا ہی شوق ہے۔"
"کون۔ فرید کون؟" وہ چونک گئی، دل یکبارگی اچھلا۔

"یہی جس کا رشتہ آیا ہے۔ قصور سے آگے کوئی گاؤں ہے۔ وہاں زمین داری ہے ان کی۔ گھر ہے۔ فرید سبحان چودھری۔"
ہما کا دل اپنی جگہ سے ہل گیا تھا۔ فرید سبحان ایاز کا دوست۔۔۔ یہ کہاں سے ٹپک گیا۔ کیا ایاز نے اسے بتا دیا ہے؟ وہ ایک مطلقہ کو کیوں قبول کر رہا ہے؟
"تمہارے ابا تو مطمئن ہیں۔ کہہ رہے تھے۔ کاش یہ رشتہ پہلے آگیا ہوتا۔"
"امی! انہیں۔۔۔ معلوم ہے؟ میری طلاق۔"
"ہاں فرید کو معلوم تھا۔" امی نے مختصر جواب دے کر بات ختم کر دی۔
وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ۔۔۔ بلکہ اسے معلوم ہونا

چاہیے تھا کہ کیا امی ابا جانتے ہیں۔ وہ ایاز کا دوست ہے۔ مگر اس کی ہمت نہ پڑی۔ لیکن دل میں یہ سوال بار بار ابھرتا رہا۔ اگر کسی طرح وہ فرید سے پوچھ سکتی۔ لیکن کافی دن وہ گھر کے اندر رہا تھا اور کبھی بھی وہ اس سے مخاطب نہیں ہوئی تھی۔ اب بات کرتے ہوئے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔ یہ بات وہ کسی سے بھی نہیں کہہ سکی کہ فرید ایاز کا وہی دوست ہے۔ جو گھر میں کافی دن رہا تھا۔ امی نے اس سے پھر کہا کہ وہ چاہے تو فرید سے گھر پر ملاقات کر سکتی ہے۔ مگر اس نے انکار کر دیا اور امی سے کہہ دیا۔

"ابا امی اس کے لیے جو بہتر سمجھتے ہیں۔ ان کو اختیار ہے۔"

فرید کا رشتہ منظور کر لیا گیا۔

☆ ☆ ☆

فہد کے ولیمہ کے موقعے پر اس کا نکاح اور رخصتی طے ہوئی۔ ہما نے دل کو ٹٹولا۔ اسے کوئی تشویش یا کوئی الجھن نہیں ملی۔ شاید اس کا دل مطمئن تھا۔ بہرحال وہ اس شخص کی شرافت کی قائل تھی۔ رہا وہ سوال تو بات طے ہونے کے بعد اسے جواب کی بھی پروا نہ رہی۔ اللہ مالک ہے۔ اس نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا۔ ایک مطلقہ کو اس سے بہتر رشتہ شاید نہ ملتا۔ فہد کی منگیتر عائشہ کا فون آگیا۔

"ہیلو ہما آپی! کیسی ہیں؟"

"ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ کیا تیاریاں ہیں؟"

"میری چھوڑیں۔ اپنی تیاری کا بتائیں۔ سنا ہے آپ کے گھر میں میری آمد کے بعد سب خوف زدہ ہیں۔ اتنا کہ آپ نے اگلے دن ہی بھاگنے کا پروگرام بنا لیا۔"

اسے ہنسی آگئی۔ "تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"اعتراض؟ شدید اختلاف۔ بھئی میں کوئی درندہ تو نہیں ہوں۔ جس سے ڈر کر آپ بھاگ رہی ہیں۔ اب میرے تو سارے پروگرام آپ کو تنگ کرنے کے، گڑبڑ ہو گئے۔"

"پھر کہتی ہو کہ میں کیوں بھاگ رہی ہوں۔ اسی لیے میری جان! اچھا کیا پروگرام تھے تمہارے؟"

عائشہ ہنسی "کیوں بتاؤں؟ اب پروگرام بدل گیا۔ وہ سارے تیر تنگ کرنے والے ان کا نشانہ احد، صمد بنیں گے۔ انہیں ہوشیار کر دیں۔"

"اوہو اچھا، میں جب آیا کروں گی تو اپنے پروگرام کے مطابق مجھے جی بھر کر تنگ کر لینا۔ ان معصوموں کو معاف ہی رکھو سن لیا؟ اور ہاں فہد بہت غصے والا ہے۔ اس کے بھائیوں کو نشانہ بنانے کا مطلب اس کے جلال کو آواز دینا ہے۔" ہما نے ڈرایا۔

"ہائے اللہ شکل سے تو بڑے معصوم لگتے ہیں۔"

اس کی فکرمند آواز نے ہما کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ عائشہ بہت شوخ و چنچل لڑکی تھی۔ اس کا ذہن نت نئی شرارتوں کی آماجگاہ تھا۔ شادی سے پہلے ہی وہ سب سے بے تکلف ہو گئی۔ خصوصاً امی کو تو اس نے اپنا گرویدہ ہی کر لیا۔ ہما کو چپکے سے بتا بھی دیا۔

"میں امی کی چاپلوسی اس وجہ سے کر رہی ہوں تاکہ ہمیشہ امی میری حمایت کریں اور میری غلطیوں کو نظر انداز کر دیں۔"

"کہاں سے سیکھیں یہ چالاکیاں؟"

"اپنی امی سے۔ وہ دادی اماں کی پسندیدہ اور عزیز بہو شمار ہوتی ہیں۔"

"تو تم بھی امی کی پسندیدہ اور عزیز بہو بننا چاہتی ہو۔ پھر تم کچن کے کاموں میں دلچسپی لو۔" ہما نے تو مشورہ نیک نیتی سے دیا تھا۔ عائشہ کا کئی دن بعد فون آیا۔

"آپی! میں نے آپ کا مشورہ آنچل میں باندھ لیا ہے۔" اس کی آواز ہی کافی شوخ تھی۔

"اچھا کیا کچھ پکانا سیکھا؟"

"میں نے نئی نئی ترکیبیں ایک کاپی میں لکھ لی ہیں۔ سناؤں؟"

ہما جانتی تھی۔ وہ صرف شرارت کر رہی ہے۔ مگر وہ اس کے فون کو سننے اور اس سے بات کرنے پر مجبور

تھی۔ یہ عائشہ کا آرڈر تھا۔ کہ اس کا فون دل جمعی سے سنا جائے۔"

"یہ وہ ڈشز ہیں جو میں آپ کو پکا کر کھلاؤں گی۔"

"اچھا بھئی سناؤ۔ میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

"دیکھئے کچھ اور نہ سمجھئے یہ دراصل بدمزہ کفائتی کھانوں کی ترکیب بتا رہی ہوں۔"

ہما کراہ کر رہ گئی۔ اب اسے یہ سب سننا ہی تھا۔ عائشہ کو طویل گفتگو کرنے کا شوق تھا۔

"دیکھئے پہلے ادرک لہسن کا پیسٹ تیار کر کے بوتل میں رکھیں اس بوتل کو کچن میں دھوپ کے رخ پر یا چولھے کے نزدیک رکھ دیں۔ مقصد یہ کہ وہ خراب ہو جائے۔ یعنی سڑ جائے۔ جب بدبو پھیلے تو اسے استعمال کرنے میں حرج نہیں۔ تیز چولھا کھولیں۔ کوکر میں پیاز اور تیل ڈالیں۔ پیاز کالی سیاہ ہو جائے تو اس میں لہسن کا خراب شدہ پیسٹ اور آدھا کلو گوشت ڈالیں۔ دھنیا ہلدی نمک مرچ ڈال کر کوکر کو لبالب پانی سے بھر دیں اور بند کر دیں۔ اس دوران آپ آلو چھیلیں یا لوکی یا شلجم یا جو بھی سبزی چاہیں۔ آدھا گھنٹے بعد کوکر کھولیں۔ پانی آدھا رہ گیا۔ اب اس میں سبزی تیرا دیں۔ دس منٹ بعد چولھا بند کر دیں۔ سالن تیار ہے۔ شوربہ وافر مقدار میں ہو گا۔ بدمزگی عروج پر ہو گی۔ کالی کالی پیاز دریا میں اسٹیمر کی طرح اٹکھیلیاں کر رہی ہو گی۔"

"توبہ ہے عائشہ یہ کیا ہے۔" ہما کو ہنستے ہنستے اچھو ہو گیا۔

"یہ ہے بدمزہ کھانے کا صحیح طریقہ۔ کفائتی کھانے۔ اب روٹی پکائیں۔ کوشش کریں کہ کنارے موٹے ہوں۔ روٹی بے شک کہیں سے کچی۔ کہیں سے جلی ہوئی ہو۔ آسٹریلیا کے نقشے سے ملتی جلتی ہو۔ کوئی حرج نہیں۔ دال دھولیں۔ کیونکہ بغیر دھوئے دال پک نہیں سکے گی۔ دیگچی میں دال کے ساتھ بھی گوشت جیسا سلوک کریں۔ پانی بھر دیں نمک مرچ ہلدی ڈالیں اور وہی سڑا بسا لہسن کا پیسٹ ڈال کی خدمت میں پیش کریں۔ چاول دھو کر اسی طرح چار گنا پانی ڈال کر چولھے پر چڑھائیں۔ اب آپ ٹی وی کے سامنے ڈٹ جائیں۔ ساس جو بھی بہو تھی یا اسی قماش کا ڈرامہ آ رہا ہو گا۔ بدشکل عورتیں سفید میک اپ سے لتھڑی ہوئی۔ مکاری سے آنکھیں گھماتی ہوئی نت نئی سازشوں کے تانے بانے بن رہی ہوں گی۔ ان کی زرق برق ساڑیاں سستے نقلی مگر خوب بڑے بڑے ہیبت ناک زیوروں سے لدی پھندی زبان درازی کی حد پھلانگ رہی ہوں گی۔ دیکھتی رہیے چاہے تو مکاریاں سازشیں سیکھ لیں۔

اب وقفہ ہوا ہے۔ اپنا چولھا جا کر دیکھیں۔ حسب توقع چاول جل چکے۔ دال آدھی کچی آدھی پکی۔ پانی الگ دال الگ۔ کوئی حرج نہیں پیاز سیاہ کر کے بگھار لگا دیں۔ چولھا بند کر دیں۔ اب بقیہ ڈراما دیکھیں۔ چاول کی مخصوص بو سارے گھر میں پھیل چکی۔ پروانہ کریں۔ ڈرامہ کلائمکس پر ہے۔ ساس کی چیخ پکار نظر انداز کر دیں۔

ڈرامہ ختم ہوا۔ اب آپ سویٹ ڈش بنانے کچن میں آ گئیں۔ سوجی کا حلوہ آسان ہے۔ چلیں گھی ڈال کر سوجی ڈالیں۔ چولھا تیز کریں۔ چمچہ چلائیں اور پانی بھر دیں۔ جب لئی جیسی شکل تیار ہو جائے۔ اس میں چینی ڈال کر پکائیں اور ایک ڈش میں نکالیں۔ سوجی کا حلوہ بطور کھیر چاول اوپر سے نکالیں۔ جلی ہوئی تہہ کو چھوڑیں۔ دسترخوان پر بدمزہ کھانے لا کر رکھیں اور گھر والوں کو دعوت دیں۔ یقین کریں یہ ایک دن کا کھانا کئی دن تک کھایا جا سکے گا۔"

ہما ہنستے ہنستے دہری ہو رہی تھی۔ عائشہ نے کہیں پر بھی بریک نہ کیا۔

"تو یہ کھانا کھلاؤ گی میرے گھر والوں کو۔ معاف کرو۔ امی تمہیں پکا کر کھلا سکتی ہیں۔"

"سالم؟ یا کاٹ کر؟ میرے ٹکڑے کر کے؟"

"توبہ۔ جو وہ پکاتی ہیں۔ وہ تمہیں سکھا بھی دیں گی۔ کھلائیں گی بھی۔"

"مگر وہ کفائتی کھانا تو نہیں ہو گا۔" عائشہ کچھ بیوں

سی تھی۔
"یہ تم نے کس سے سیکھا ہے؟"
"ہماری ایک بھابھی اسی طرح کا کھانا بناتی ہیں۔"
ادھر سے جواب آیا۔

☼ ☼ ☼

شادی کے دن عائشہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ مگر شوخی نے چہرے کو نیا روپ دے دیا تھا۔ آنکھوں میں خوشی کے جگنو جھلملا رہے تھے۔ وہ واقعی فہد کے لیے ہی بنی تھی۔
ولیمہ والے دن اس کا نکاح ہو گیا۔ وہ اپنے تاثرات سے آگاہ نہ ہو سکی۔ پتہ نہیں کیوں۔ عجیب سے خیالات حاوی تھے۔ خوشی تھی نہ غم، فکر نہ پریشانی۔ شاید بے نیازی۔ اس نے اپنے لیے ایک ہلکے کام کا جوڑا منتخب کیا تھا۔ مگر امی نے کہا۔
"فرید کی پہلی شادی ہے۔ اس نے خود جو کپڑا پسند کیا تھا۔ وہی میں نے آج کے لیے سلوایا ہے۔ وہی پہنو۔" رخصتی میں عجلت سے کام لیا گیا۔ کیونکہ گاؤں کے کچے راستے میں یوں بھی دیر لگنا تھی۔ ہما نے برقعہ بھی سلوا لیا تھا۔ وہی پہن کر وہ رخصت ہوئی۔ بارات بس کے ذریعے آئی تھی۔ بس میں ہی روانہ ہوئی۔ ہما اپنی نند عائزہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔ عائزہ کراچی سے آئی تھی۔ اس کے دو بچے بھی تھے۔ ہچکولے کھاتی بس نے آخر انہیں منزل پر پہنچا دیا۔
دو گھنٹے کے سفر کے دوران اس نے فرید کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ گاؤں میں اندھیرا تھا۔ صرف بس کی ہیڈ لائٹس تھیں۔ بس رکی تو آس پاس کے گھروں سے بے شمار لوگ نکل آئے۔
ایک مضبوط جسم کی عورت نے ہما کو گود میں اٹھا لیا اور اندر لا کر کمرے میں ہی اتارا، ہما کو بڑی شرم آئی۔ تمام عورتیں مذاق کرنے لگیں۔ کمرہ خاصا بڑا تھا۔ وہ خواتین سے بھر گیا۔ اور پھر وہاں ڈھول بجنے لگا۔ گانے گائے جانے لگے۔ بلکہ ڈانس بھی ہونے لگا۔ کئی لڑکیاں کمر پر دوپٹہ کس کر کھڑی ہو گئیں۔ ڈانس شروع۔
فرید کی اماں نے پکار کر کہا۔
"اری اب دوہٹی کا پیچھا چھوڑو۔ اسے آرام کرنے دو۔"
"لے۔ یہ کون سی گل ہے؟ شہر میں تو اس وقت تک رخصتی ہوتی نہیں ہے اور یہ شہر کی کڑی ہے۔ سب جانتی ہے۔ ہمیں بھی شوق پورے کرنے دو۔"
کسی نے دبنگ آواز میں جواب دیا۔
"اور کیا۔ ہم تو کہتے تھے دوپہر کی بارات ہو۔ شام تک سب گھر آجاتے۔ پھر ہم دوہٹی کے ساتھ کھیل کود لیتے۔ پر اب رات اتنی ہو گئی ہے۔ تھوڑا سا رنگ تو آنے دو چاچی۔"
"اری شہناز! دوہٹی تیرے ساتھ کھیلنے کودنے نہیں آئی ہے۔ چپ کر جا رنگ آنے دے۔ ہونہہ۔"
"چاچی! ابھی تو بارہ بجے ہیں۔ شہر میں تو رخصتی دو بجے رات تک ہوتی ہے۔"
گانے ناچنے کی شوقین خواتین اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہ تھیں۔ آخر کسی نہ کسی طرح بلکہ ان کے مردوں نے ہی باہر سے آوازیں لگا لگا کر گھر چلنے کو کہا۔ تب سب رخصت ہوئیں۔ فرید کی چھوٹی بہن عنیزہ نے ہما کو حجلہ عروسی میں پہنچایا۔
"میں ـــ یہ کپڑے تبدیل کر لوں؟" ہما نے اس سے پوچھا۔
"ہائے۔ ابھی سے؟ نا ـــ نا۔ ابھی میرے بھائی کو تو دیکھنے دو۔ یہ روپ سنگھار۔ بھابھی تم سچ بہت پیاری ہو۔ میری بھائی کی پسند زبردست ہے۔"
عنیزہ شوخی سے بولی۔ ہما پر اداسی چھا گئی۔ بھائی کی پسند ـــ پتا نہیں ان لوگوں کو اس کے مطلقہ ہونے کی خبر ہے کہ نہیں۔ عنیزہ اس سے باتیں کرتی رہی۔ وہ فرید کے اندر آنے پر ہی باہر نکلی۔ فرید بہت سنجیدہ تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی یا کسی جذبے کا تاثر نہ تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور ایک انگوٹھی اس نے ہما کی انگلی میں پہنائی۔ حالانکہ اس کی ضرورت تو نہ تھی۔ پھر وہ

اپنی بہنوں' ان کی سسرال والوں اپنے والدین کے بارے میں بتانے لگا۔

"آپ کو۔۔۔ اپنے گھر جیسا آرام تو یہاں نہیں ملے گا۔" وہ اب اس سے اس کی بات کر رہا تھا۔ "جس کی آپ عادی ہیں۔ لیکن میرے گھر والے آپ کی بہت عزت کریں گے۔ ان کی طرف سے کوئی تکلیف آپ کو نہیں ملے گی۔ وہ سب محبت کرنے والے ہیں۔ خاص کر اماں جی اور ابا جی۔"

"اور۔۔۔ آپ؟" ہما نے جی کڑا کر کے پوچھ لیا۔ وہ چونک گیا۔

"میں؟ آپ کے سامنے ہوں اور آپ مجھے پہلے سے جانتی بھی ہیں۔ ہاں اگر آپ کو میرے کسی عمل یا کسی فعل سے اختلاف ہو تو مجھے ضرور بتانا۔ میں کوشش کروں گا کہ آئندہ آپ کو شکایت نہ ہو۔"

"آپ نے۔۔۔ مجھ سے ہی شادی کیوں کی؟" ہما ضبط نہ کر سکی۔ حالانکہ جب وہ ان کے گھر میں تھا کبھی وہ اس سے مخاطب نہیں ہوئی تھی۔ مگر آج وہ ہمت کر کے بولی تھی۔ اسے جواب چاہیے ہی تھا۔

"مجھے۔۔۔ آپ کے طور طریقے پسند تھے۔" وہ کچھ سوچ کر بولا تھا۔

"مجھ سے بہتر۔۔۔ آپ کو یقیناً" کوئی نہ کوئی لڑکی مل جاتی۔"

"شاید نہیں' کیونکہ میں اپنی پسند کے بارے میں مختلف خیال رکھتا ہوں۔"

وہ کھڑا ہو گیا۔ گویا سوال جواب کی محفل ختم۔ ہما کی تشفی نہیں ہوئی۔ فرید نظریں نیچی کر کے بات کرتا تھا' وہ جانتی تھی۔ لیکن آج بھی ہما۔۔۔ اپنی شریک حیات سے بھی نظر ملانے کی کوشش اس نے نہیں کی۔ کیا وہ کسی یاد کو مثلاً" ایاز کے حوالے سے ہی دل میں چور رکھتا ہے۔ یا اسے خود بھی ان یادوں سے چھٹکارا پانا تھا اور فرید کے بھی دل کو صاف کرنا تھا۔ اگر اس کے دل میں کوئی خیال تھا تو۔ وہ پوری آمادگی سے اس کی زندگی میں آئی تھی۔ اب اس کا دل ہر پرانی یاد سے خالی تھا۔

صبح سویرے عنیزہ شور مچاتی آ گئی۔ "اٹھو سونے والو کہ میں آ گئی ہوں۔" ہما کو جاگتا دیکھ کر آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"ہیں؟ اتنے سویرے آپ بھی؟ ادھر دولھا میاں اماں کے گھٹنے سے لگے بیٹھے ہیں۔ اور اماں انہیں اپنے ہاتھ سے چوری کھلا رہی ہیں۔ میں نے سوچا آپ کو بھی وہ منظر دکھاؤں۔ کیا آپ کو بے آرامی کی وجہ سے نیند نہیں آئی؟"

"نہیں ہمیں سویرے اٹھنے کی عادی ہوں۔" ہما اس کی باتوں پر مسکرا رہی تھی۔

"چلو یہ تو بہت مزے کی بات ہے۔ بھائی بھی بہت صبح اٹھ جاتے ہیں۔ اچھا ایک مزے کی بات اور بتاؤں؟ آج ولیمہ ہے۔ آپ کے گھر والے آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہیں گے۔ مگر ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ چھپا لیں گے کیسا؟ یہ میرا اور عائزہ آپا کا فیصلہ ہے۔ آپ اپنی مرضی سے آگاہ کر سکتی ہیں۔"

ہما کو یہ شوخ لڑکی بہت اچھی لگی۔ عائشہ جیسی۔

"آپ کی مرضی کے آگے۔ میرا سر خم ہے مائی لارڈ" ہما نے کہا۔ وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسی۔

"تمہاری اردو تو بہت اچھی ہے۔"

"جناب عالی۔ ہم نے لاہور کالج سے بی اے کیا ہے۔ لاہور میں پلے بڑھے رہتی ہیں۔ ان کے شوہر اردو اسپیکنگ ہیں اور شاعر بھی ہیں۔ میں ان ہی کے گھر میں رہ کر پڑھتی رہی اس لیے۔"

"بھائی کا خیال تھا۔ آپ کو یہ زبردستی والا فیصلہ پسند نہیں آئے گا۔"

"کیوں؟ آپ کے فیصلے سے میں روگردانی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی محترمہ۔"

عنیزہ کورنش بجا لائی پھر اس سے لپٹ کر بولی۔

"آپ بہت بہت بہت اچھی ہیں۔ میرے بھائی کی پسند کتنی اعلا ہے۔ ماشاء اللہ۔"

تالیاں بجاتی ہوئی وہ بھائی کو خوشخبری سنانے دوڑ گئی۔ ولیمہ قصور کے شادی ہال میں تھا۔ فرید کمرے

میں آیا تو وہ بکس سے اپنے کپڑے نکال رہی تھی۔ رات کے بعد پہلی بار وہ کمرے میں آیا تھا۔ اسے کپڑوں سے الجھتے دیکھ کر بولا۔

"یہاں الماری نہیں ہے' آپ کو دقت ہو رہی ہو گی۔ میں کل ہی یہاں الماری لگوالوں گا۔"

اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ ہما نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں کوئی دقت نہیں ہو رہی۔ بکس میں کپڑے رکھے ہی جاتے ہیں۔"

فرید جس کام سے آیا تھا۔ وہ کر کے واپس چلا گیا۔ کمرہ یوں تو بالکل نیا بنا ہوا تھا' ساتھ ہی اٹیچ باتھ بھی تھا۔ عنیزہ نے بتایا کہ یہ کمرہ پچھلے سال بھائی نے اپنے لیے بنوایا تھا۔ ورنہ یہاں گاؤں میں اٹیچ باتھ نہیں ہوتے۔ عنیزہ نے اس کی مدد کی۔ ولیمہ کی تیاری میں ۔ لیکن وہ بار بار شکوہ کرتی رہی کہ کسی نے اس کی تجویز کو مانا نہیں کہ قصور میں بیوٹی پارلر سے ہما تیار ہوتی۔ ویسے اس نے بھی مہارت سے میک اپ کیا۔ قصور شادی ہال پہنچ کر وہ پھر اس کے سر پر سوار ہو گئی۔ "میک اپ درست کروالیں۔"

"ٹھیک تو ہے۔ تم بیٹھو وہاں۔ اتنی جلدی اس میک اپ کا کچھ نہیں بگڑتا۔" ہما نے اسے ٹالا۔ تینوں بھائی اور عائشہ آئے تھے۔ عائشہ نے اس کے کان میں گھس گھس کر سوالات کیے۔ ساس کیسی ہیں۔ نندیں کیسی ہیں۔ منہ دکھائی میں کیا ملا۔ ہما نے کہا۔

"یہ کیسے فضول سوالات ہیں۔"

"میری شادی پر جو سوالات مجھ سے کیے گئے تھے۔ وہ میں آپ کو لوٹا رہی ہوں۔"

"اچھا عنیزہ سے ملو۔" ہما کا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔ چند منٹ میں دونوں میں پکی دوستی ہو گئی۔

اور عائشہ کے پاس بے شمار مواد جمع ہو گیا ساس کو سنانے کے لیے۔

رات کو فرید نے پوچھا۔ "وہ لوگ آپ کو لے جانا چاہتے تھے۔ آپ کیوں نہیں گئیں۔" کہنا چاہتی تھی میری مرضی۔ مگر کہا تو یہ کہ۔

"جب تک عنیزہ اور عائشہ آپا یہاں ہیں۔ میں بھی رہوں گی۔"

"دراصل ـــ لاہور میں میرا گھر اتنا مختصر ہے کہ میں کسی کو وہاں بلوا بھی نہیں سکتا۔" فرید نے کہا۔

"گھر کا کیا ہے۔ دل میں جگہ ہونی چاہیے۔" ہما نے گھسا پٹا جملہ ادا کیا۔ اس پر فرید کو ہنسی آگئی۔

"اچھا تو یہ حضرت ہنستے بھی ہیں۔" وہ حیران ہوئی۔

☆ ☆ ☆

فرید کی چھٹیاں ختم ہوئیں تو وہ لاہور چلا گیا۔ عنیزہ اس کے کمرے میں آگئی۔ دیر رات تک باتیں کرتی۔ اس کا شوہر بھی چلا گیا تھا۔ عائزہ بچوں کے ساتھ ابھی یہیں تھی۔ زیادہ تر گھر کے کام میں مصروف رہتی۔ وہ سب بہت صفائی پسند تھے۔

اماں تو بہت ہی نیک سرشت تھیں۔ گھر میں کئی عورتیں کام کرنے آتی تھیں۔ پھر بھی اماں اور عائزہ کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتیں۔ رضائیاں کھول کر کور دھلوائے جا رہے ہیں۔ گرم کپڑوں کو دھوپ لگوائی جا رہی ہے۔ عائزہ کروشیے سے نہ جانے کیا کیا بناتی رہتی۔ ہفتے کی رات فرید آگیا۔ عنیزہ ٹھنڈی آہ بھر کر مصنوعی غم چہرے پر طاری کر کے اپنا کمبل اٹھاتی ہوئی باہر جانے لگی۔

"بھابھی! ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔" فرید نے تکیہ اس کی طرف پھینکا۔ جو اس نے دبوچ لیا اور منہ چڑاتی باہر چلی گئی۔

"بہت باتونی ہے۔ اس نے کان کھا لیے ہوں گے آپ کے۔"

فرید بہن کی حرکت پر مسکرا رہا تھا۔ فرید جانے لگا تو اماں نے ہما سے کہا۔

"بیٹی تمہیں آئے دس بارہ دن ہو گئے۔ تمہارے ماں باپ سوچتے ہوں گے ہم نے تمہیں یرغمال بنا لیا ہے۔ فرید کے ساتھ چلی جاؤ۔ پھر ہفتے کو آجانا۔"

ہما' فرید کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چائے پی رہا تھا۔

کچھ بولا نہیں۔ گھر میں ہما کے علاوہ عائزہ اور فرید چائے پیتے تھے۔ باقی سب دودھ یا دہی کی لسی پر اٹھوں کے ساتھ ناشتہ کرتے تھے۔ عنیزہ نے ہما کو کہنی ماری۔

"ہائے اللہ بھائی آپ کو تو پوری زندگی بھابھی کے ساتھ رہنا ہے۔ اب ان کے اماں ابا کے بہانے لے جانے کا بہانہ کر رہے ہیں۔ ہمارا بھی تو حق ہے۔ پھر پتہ نہیں کب ہم ملیں۔" رو بھی سی ہو رہی تھی۔ ہما نے اسے لپٹا لیا۔

"تو میں کب جا رہی ہوں۔ تم نے ویسے ہی فرض کر لیا۔ میں امی سے فون پر بات کر لوں گی۔ خوش؟"

عنیزہ چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی اور بے اختیار آنسو بہانے لگی۔ باقی سب ہنسنے لگے۔ فرید چلا گیا۔ لیکن جب ہر تیسرے دن وہ رات کو آجاتا بغیر اطلاع اور بے چاری عنیزہ کو کمرے سے بھاگنا پڑتا۔ تو اماں نے ہما کو راضی کر لیا۔ وہ فرید کے ساتھ لاہور آگئی۔

امی کے گھر اسے اتار کر فرید آفس چلا گیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ واپسی کے سفر میں فرید خاموش ہے۔ کسی سوچ میں گم۔ گاؤں میں تو اس کے چہرے سے مسکراہٹ ہٹتی نہ تھی۔

امی، ابا اس سے مل کر۔ اسے خوش دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک مہینے کے گاؤں کے قیام۔ خالص دودھ مکھن کے استعمال نے اس پر بہت اچھا اثر ڈالا تھا۔ امی نے بتایا کہ فرید نے فرنیچر لینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لیے میں سوچ رہی ہوں۔ وہ فرنیچر نائلہ کو دے دوں۔ اس کی اگلے ماہ شادی ہے۔"

نائلہ ابا کی رشتے میں بھتیجی ہوتی تھی۔ امی کو سسرال والوں کا بہت خیال رہتا تھا۔ فرید نے پہلے ہی جہیز لینے سے انکار کر دیا تھا۔ امی سے معلوم ہوا کہ فرید اس دوران کئی بار ان کے گھر آیا۔ مگر صرف چائے پی کر گیا۔ کھانے کے لیے کبھی رکا نہیں۔

عائشہ میکے گئی ہوئی تھی۔ شام کو فرید آگیا۔ فہد، صمد، احد کے ساتھ محفل جمی۔ عائشہ کی کمی محسوس ہوئی۔ ہما کو تو عنیزہ بھی یاد آرہی تھی۔

دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح ہما کی آنکھ دیر سے کھلی۔ فرید جا چکا تھا۔ امی نے بتایا کہ فجر پڑھ کر ناشتہ کر کے وہ بہت جلدی چلا گیا۔ اسے گھر جانا تھا۔ وہاں سے آفس۔

ہما کو عجیب سا لگا۔ وہ اسے جگا کر بتا کر جاتا تھا۔

دوسرے دن بھی غائب۔ واہ یہ تو یہاں لا کر مجھے بھول ہی گئے۔ پھر امی نے بھی کہا۔

"بیٹا دفتر دور ہے اس لیے تم دوپہر کو نہیں آسکتے۔ شام کو آجایا کرو۔ سب کے ساتھ کھانا کھا لیا کرو۔ یہ بھی تمہارا اپنا گھر ہے۔ اتنا تکلف اپنوں سے۔"

فرید کا شرمایا ہوا مختصر جواب ملا۔ "جی اچھا۔"

مگر شام نہ رات وہ کتنا انتظار کرتی۔ احد کے ساتھ پہنچ گئی کرشن نگر۔ گھر پر ملا۔ انہیں دیکھ کر شرمندہ شرمندہ اندر لایا۔

"میں بس آج آنے والا تھا۔"

گھر چھوٹا سا تھا۔ دو کمرے، صحن، برآمدہ، برآمدے سے متصل کچن، برآمدہ اور صحن تازہ تازہ دھلے ہوئے تھے۔ صحن سیمنٹ کا تھا۔ برآمدے میں سرخ ٹائل تھے۔ کمرے بھی صاف ستھرے۔ وہ فرید کی صفائی پسندی سے واقف تھی۔ کچن میں ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقے سے رکھی تھی۔

امی نے کھانا بھیجا تھا۔ احد نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور چلا گیا۔ ہما اپنا سوٹ کیس خالی کرنے لگی۔

کچن میں استعمال کے لیے کافی برتن تھے۔ اس لیے امی کا بھیجا ہوا ڈنر سیٹ کا ڈبہ اس نے پلنگ کے نیچے کھسکا دیا۔ فرید کچھ جھینپا جھینپا سا اندر آیا۔ اس نے اپنے رویے کی معذرت کی۔ باقاعدہ معافی مانگی۔ ابا کہتے تھے، جو سچا انسان ہے۔ وہ معافی مانگ کر اپنی غلطی کی تلافی کر لیتا ہے۔

کمرے میں دو پلنگ تھے۔ وہ غور کرنے لگی۔ دو کیوں ہیں۔ پچھلی گلی سے دھوپ کی کرنیں صبح ہی اندر آگئیں۔ کمرہ روشن ہو گیا۔

"بہت چھوٹا گھر ہے۔ آپ کو زحمت ہوگی۔" فرید نے شرمندگی سے کہا۔

"کیوں بھئی مجھے تو بلکہ آرام رہے گا۔" وہ فرید کی شرمندگی سے خود شرمندہ ہوگئی۔

"آرام؟ وہ کیسے؟"

"نہ کسی ملازمہ کی ضرورت ہوگی۔ نہ بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر کی صفائیاں کرنا پڑیں گی۔ دونوں وقت کا کھانا ایک دفعہ پکا کر فرصت ہی فرصت۔ پھر میں خوب ناول اور رسالے پڑھا کروں گی۔ آپ کو میرے ناول پڑھنے پر اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

فرید متعجب سا اسے دیکھنے لگا۔ "پڑھنے پر بھلا کس کو اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"ہوتا ہے بعض لوگوں کو اور مولویوں کو بھی۔" وہ ہنس پڑی۔

"میں ــــ تنگ نظر نہیں ہوں۔" وہ برا مان گیا۔

"پتا نہیں میں نے کبھی آپ کو بولتے سنا نہیں۔ جو اندازہ کرتی۔"

ایاز کو اس کے ناول اور افسانے پڑھنے پر بہت غصہ آتا تھا۔

"میں نے تو سنا ہے عورتیں ایک نظر میں مردوں کی فطرت کا اندازہ کر لیتی ہیں۔"

وہ کچھ رنجیدہ ہوگئی۔ "میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں۔ مجھے دوسروں کی فطرت کا اندازہ کر کے کرنا بھی کیا ہے۔ مجھے بس اپنی فطرت کا پتا ہے۔ اور کاش کہ میں ایسی ہوتی تو شاید۔ اتنی بے بس نہ ہوتی۔"

فرید بھی سنجیدہ ہوگیا۔ "کیا میں سمجھوں کہ آپ میری زندگی میں آکر بے بسی محسوس کر رہی ہیں؟ یا مایوسی پچھتاوا ــــ یہ بے بسی کیوں ہے۔"

"خیر میں ناشکری تو ہرگز نہیں ہوں۔ بس کم عقل ہوں۔ اس لیے اپنا مافی الضمیر درست واضح نہیں کر سکی۔"

وہ فرید کی طرف دیکھ کر شوخ ہوئی۔ "ویسے آپ اگر مجھ سے۔ میری ذات یا میری کم عقلی سے مایوس ضرور ہوتے ہوں گے تو پھر؟"

اس نے تو مذاق کے پیرائے میں ہی کہا۔ مگر فرید سنجیدہ ہوگیا۔ "بالکل نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔" اس نے پُرزور انداز میں جواب دیا۔ "میں نے بہت سوچ سمجھ کر۔ بخوشی خدا کو حاضر و ناظر جان کر آپ کی خوبیوں سے متاثر ہو کر آپ کو قبول کیا ہے۔ میں مایوس کیوں ہوں گا۔ آپ کی طرح میں بھی اپنے اللہ اور اس کی قدرت پر یقین رکھتا ہوں اور اپنی قسمت اللہ کے تابع بنانے پر اعتماد بھی ہے۔"

"بس تو پھر آپ کو کچھ کہنا ہے۔ نہ مجھے۔ ہم اللہ کی مرضی تابع ہو کر زندگی گزار لیں گے۔"

"دراصل آپ کی والدہ نے جہیز کے طور پر فرنیچر وغیرہ پر اصرار کیا تھا۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ اس لیے انکار کر دیا۔ اب سوچتا ہوں کہ میرے گھر کے اس درویشانہ ساز و سامان کے ساتھ آپ کو تکلیف ہو گی۔"

ہما ہنس دی۔ "ہائے کتنے سیدھے ہیں آپ، ساز و سامان آرام یا خوشیوں کا سبب نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ بھی آئندہ ہو جائے گا آپ کو کہ مجھے کس چیز سے آرام اور کس بات سے تکلیف ہوتی ہے۔ اب یہ مکالمے بند کریں۔ چلیے سو جائیے۔"

فرید مطمئن ہو کر لیٹ گیا۔ ہما مگر الجھن میں گرفتار ہوگئی۔ فرید نے یہ کیوں کہا کہ آپ میری زندگی میں آکر بے بسی محسوس کر رہی ہیں اور درویشی کی انتہا تو یہ تھی کہ اس کمرے میں ڈبل بیڈ کی جگہ دو پلنگ تھے۔ دوسرے کمرے میں چار کرسیاں اور ایک میز گاؤں میں بھی ان کے گھر میں صوفہ تھا۔ ڈبل بیڈ بھی تھا۔ باہر مردانے میں صوفہ سیٹ کے ساتھ مونڈھے اور بید کی کرسیاں تھیں۔ کھانے کی میز کرسیاں بھی تھیں۔

"درویشی کی زندگی میرے لیے ہے۔ لگتا تو ایسا ہے کہ جیسے کچھ عرصے کے لیے کرائے کا ساز و سامان لے کر گھر کی شکل دے دی ہے۔ خیر اس پر اسرار کیفیت سے مجھے غرض نہیں۔ وہ اگر مجھے بوجھ کے پر بیٹھنے کو

کہیں گے۔ بیٹھ جاؤں گی۔" وہ سوگئی۔ صبح کچن میں ناشتہ بنارہی تھی۔ تو فرید نہایا دھویا قمیص کا بٹن بند کرتا آیا۔ اسے دیکھ کر رک گیا۔

"اوہو! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ آج میں اکیلا نہیں ہے۔ میرے کھانے پینے کی ذمہ داری کسی اور نے اٹھالی ہے۔"

ہما ہنس دی۔ یہ جملہ اسی نے امی کے گھر سے فون پر اس سے کہا تھا۔

"شکر ہے کچھ تو آپ کو یاد آیا۔"

کچن چھوٹا تھا۔ صرف ایک اسٹول تھا۔ اس پر فرید بیٹھ گیا۔ گھٹنوں پر اخبار رکھ کر اس پر ناشتے کی ٹرے رکھ لی۔ آملیٹ توس کے اندر رکھ کر کھانے لگا۔

"سوری۔ میں آپ کو آفر نہیں کر سکتا۔ یہاں بیٹھنے کی اور جگہ نہیں ہے۔"

"بیٹھنے کی ہی نہیں۔ ٹرے میں بھی دوسرے ناشتے کی جگہ نہیں ہے۔"

"اوہ ہاں اچھا سوری۔" وہ جلدی سے بولا۔ ہما کو ہنسی آگئی۔

"آپ اسی طرح سوری سوری کی گردان کرتے رہے تو بہت مشکل ہو جائے گی۔"

"کیا؟"

"میں عادی ہو جاؤں گی۔" اس نے لب دبا کر کہا۔

فرید نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ غور سے۔ اور یہ پہلی بار ہی ہما کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" کہہ کر کھڑا ہوا۔ ٹرے سلیب پر رکھی کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ مگر ہما نے اس سے پہلے ہی جلدی سے کہا۔

"فرید! آپ کی آنکھیں کس قدر خوب صورت ہیں۔ شربتی، شفاف اور آئینہ جیسی۔"

فرید کو جیسے دھکا سا لگا۔ اس نے نظریں جھکالیں اور کہا۔ "آنکھوں کے آئینے کے بجائے دل کا شفاف ہونا ضروری ہے۔" کہہ کر باہر نکل گیا۔ ہما سوچ میں گم ہو گئی۔

"دروازہ بند کرلیں۔" کہہ کر وہ چلا گیا۔ خشک لہجہ اور عجیب رویہ۔

ناشتہ کرتے ہوئے وہ سوچتی ہی رہی۔ "فرید کی شخصیت میں کوئی گرہ ہے کیا؟ امی کا فون آگیا۔

"فرید چلے گئے ہوں گے۔ میں نے سوچا تم تنہائی محسوس کرتی ہوگی۔" امی کو اس کا کتنا خیال تھا۔

"امی! گھر چھوٹا ہے تو اتنی تنہائی نہیں لگ رہی۔ آپ کو پتہ ہے۔ آپ کے داماد اس قدر سلیقہ شعار ہیں۔ گھر میں یعنی کچن میں ہر چیز ہر مسالا، سبزی، گوشت، دالیں، آٹا، چاول اور باقی لوازمات موجود ہیں۔ آج اگر دس آدمی اچانک آجائیں۔ مجھے باہر سے کچھ منگانا نہیں پڑے گا۔"

امی خوش ہو گئیں۔ "واقعی ہر مرد اتنا سلیقہ شعار نہیں ہوتا۔" عائشہ ابھی میکے سے نہیں آئی۔ میں نے احد سے کہا ہے۔ کالج سے واپسی پر تم سے ملتا ہوا آئے۔"

احد دوپہر کو آگیا۔ دونوں کھانا کھاتے جاتے باتیں کرتے جاتے۔ فرید آیا تو احد جا چکا تھا۔

"آج تنہائی نے تنگ کیا ہوگا۔" فرید کا موڈ صبح کے مقابلے میں کافی بہتر تھا۔

"بالکل نہیں، کھانا پکایا۔ آپ کے کپڑے استری کیے۔ پھر احمد آگیا۔ کالج کے قصے سنا کر ہنساتا رہا۔ میری تنہائی کی وجہ سے ہی امی نے اس سے کہہ دیا تھا۔ میں نے کہہ دیا ہے۔ بھئی روز روز مت آنا۔ پتا نہیں بہنوئی صاحب کیا سوچیں۔"

فرید کھسیانا ہو گیا۔ "میں کیوں کچھ غلط سمجھوں یا سوچوں گا۔ اچھا ہے آجایا کرے۔ یہ رسالے اور اس ماہ کے ڈائجسٹ لے لیے تھے۔ آپ کی تنہائی کے ساتھی۔"

"واہ شکریہ۔" وہ خوش ہو کر رسالے دیکھنے لگی۔

"آپ کوئی پکچر وغیرہ دیکھنا چاہیں تو۔"

"ارے نہیں، میں جب پاکستانی فلم دیکھنے جاتی تھی تو سینما کی انتظامیہ گھبرا جاتی تھی۔ میری سسکیاں

کہتی تھیں۔ تم ضرور ان کا کاروبار ٹھپ کرواؤ گی۔"
"اچھا وہ کیسے۔" وہ دلچسپی لے رہا تھا۔ ہما کا انداز بھی پر لطف تھا۔
"ایسے کہ مجھے فلم پسند نہیں آتی تھی۔ اس میں جو چھوٹی چھوٹی غلطیاں نظر آتیں۔ میں فوراً" شور مچاتی۔ غصہ آتا تھا۔ خوب برا بھلا کہتی تھی۔ خیر وہ تو کالج کے زمانے کا شوق تھا۔ دوستوں کے ساتھ ہر جگہ جا کر لطف آتا تھا۔"
"اب شوق نہیں رہا۔"
"نہیں اب تو ہر گھر میں فلمیں چل رہی ہوتی ہیں۔ میری اپنی زندگی کسی فلم سے کم ہے کیا؟"
"فلم ایسی ہوتی ہے؟" وہ شاید اسے بہلا رہا تھا۔
"ہاں ٹریجڈی فلم۔" ہما نے آزردگی سے اس کی طرف دیکھا۔
فرید متاثر ہو گیا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے خلوص سے بولا۔ "ہم اس فلم کو خوشگوار بنا سکتے ہیں۔ کامیڈی فلم کی طرح۔"
فرید کی بات پر ہما چونک گئی۔ اسے اچھا لگا۔ مسکرا دی۔ فرید کے مزاج۔ موڈ اور عادتوں سے وہ اب بھی پورے طور پر واقف نہیں ہو سکی تھی۔ کبھی وہ متفکر نظر آتا۔ کبھی بے نیاز اور روکھا پن ظاہر ہوتا۔ اتنے دن گزرنے پر بھی اس نے ابھی تک اپنے دلی اطمینان یا خوشی کا زبان سے اظہار نہیں کیا تھا۔ کبھی لگتا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ مگر پھر سہی والا انداز بنا کر وہاں سے ہٹ جاتا۔ بس ایک سوال طرح طرح سے کرتا۔
"آپ خوش ہیں میرے ساتھ؟ آپ تھک جاتی ہوں گی۔ آپ سوچتی ہوں گی کیسے خشک آدمی سے واسطہ پڑا ہے۔ آپ کو یہ زندگی ڈل لگتی ہو گی۔"
اب ہما نے ان سوالوں کے جواب دینے چھوڑ دیے تھے۔ وہ مہینے میں دو تین بار میکے گئی اور دو بار سسرال۔ عائزہ کراچی جا چکی تھی۔ عنیزہ ملتان۔ مگر عنیزہ سے اس کی فون پر بات ہوتی رہتی تھی۔ ہما نے پڑوسیوں سے بھی تعلقات استوار کر لیے تھے۔ فرید کو اس پر اعتراض بھی نہ تھا۔ احد کے ساتھ جا کر وہ انارکلی سے اون لے آئی اور فرید کا سوئٹر بننا شروع کر دیا۔ فرید کو خوشی ہوئی۔
"اچھا، آپ یہ بھی کر لیتی ہیں۔" فرید کے تاثرات اس سے زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ اس روز کھانا پکا کر گھر صاف کر کے وہ اون لے کر بیٹھی تھی کہ دروازے پر دستک سن کر اٹھی۔ دروازہ کھول کر اس نے ذرا سا جھانکا۔ پھر گھبرا کر پیچھے ہٹی اور دروازہ بند کر دیا۔
"ایاز یہاں۔"
وہ باہر سے ہی آواز دے رہا تھا۔
"سنو ہما! میری بات سنو۔ پلیز دروازہ کھولو۔ میری بات سن لو۔"
وہ بری طرح گھبرا گئی۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے۔
"چلے جائیے۔ فوراً" چلے جائیے۔" وہ بے اختیار چیخی تھی۔
باہر سے وہ بھی التجائیں کر رہا تھا۔ "دروازہ کھولو۔ پلیز میری بات سنو۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"
"مجھے آپ کی بات نہیں سننی آپ جائیں۔" وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ گھنٹی بھی بجتی رہی۔ دروازے پر دستک بھی ہوتی رہی۔ مگر وہ کان بند کیے کمرے میں پڑی رہی۔ دل کسی طرح اعتدال پر نہیں آ رہا تھا۔ فرید آیا تو وہ رو رہی تھی۔
"آپ نے اس گھر کا پتہ کس کس کو دیا ہے؟" وہ چیخی۔ فرید اس کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔
"کیا ہوا ہے؟"
"آپ بتائیں۔ اس گھر کا علم کس کس کو ہے؟"
"میرے کچھ جاننے والوں کو۔"
نے کس کس کو یہاں آنے کی اجازت ۔ فون کون آ کر دروازے کی گھنٹی بجا سکتا ہے۔ آپ کی غیر موجودگی میں؟ وہ کیوں آیا کیوں؟" وہ غصے اور اضطراب سے کانپ رہی تھی۔
"کون۔۔۔ کون آیا تھا۔"
"ایکٹنگ مت کریں۔ جس کو گھر کا پتہ دیا ہے وہ۔"

فرید حیران نہیں ہوا۔
"اچھا ایاز آئے تھے۔"
ہما کو افسوس ہوا۔ آہ سادگی۔
"ہاں مجھ سے ملنے، آپ کی غیر موجودگی میں انہیں کیا حق تھا۔"
"آپ نے ان سے کیا کہا؟" وہ کچھ ڈر کر بولا۔
"میں نے ابھی تو صرف دھتکارا ہے۔ آئندہ وہ ادھر آیا تو ایسی عزت افزائی کروں گی کہ تازندگی یاد کرے گا۔ الو کا پٹھا۔"
غصے میں وہ نہ جانے کیا کیا بول رہی تھی۔ فرید کے چہرے پر سایہ سا آگیا۔ پھر وہ کپڑے بدلنے اور وضو کرنے چلا گیا۔ ہما کھانا لے آئی اور چائے بھی۔
"اتنا غصہ آیا تھا مجھے۔ کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔"
"غصہ؟ مگر آپ تو رو رہی تھیں۔"
"مجھے غصے میں رونا آتا ہے۔ اس بے حمیت شخص کو بتادیں۔ میرا اس سے اب کوئی رشتہ نہیں ہے۔"
"میری اس سے دوستی ہے۔" فرید نے کہا۔
مطلب یہ کہ وہ کچھ نہیں کہے گا۔ ہما چپ ہو گئی۔ اسے فرید کی بزدلی پر افسوس ہوا۔ صبح وہ کچھ منتظر تھا۔ مگر آفس چلا گیا۔ ہما کا دل بے چین تھا۔ کسی کام میں دل نہیں لگا۔
شام کو فرید آیا۔ وہ کچن میں تھی۔ آکر چپکے سے کہا۔
"ایاز آئے ہیں۔ چائے بنادو۔"
غصے میں کھولتی رہی۔ مگر چائے بنا کر برآمدے میں ٹرے پٹخ کر کمرے میں بند ہو گئی۔ کافی دیر بعد فرید نے دستک دی۔ اس نے دروازہ کھولا۔
"وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"
"کیا؟" وہ چیخ کر بولی۔ ایک شعلہ تھا جو سر سے لے کر پیر تک سلگا گیا۔
"میرا کیا واسطہ ہے اس شخص سے۔ آپ کیسے مسلمان ہیں جو اپنی بیوی کو ایک نامحرم سے ملنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ شرم نہیں آئی آپ کو۔"
"انہیں صرف ایک بات کرنی ہے۔" وہ دبی زبان سے بولا۔
"مگر مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔ اگر آپ نے زیادہ اصرار کیا۔ میں آپ کو بھی گھر سے نکال دوں گی۔ آپ نے مجھے سمجھا کیا ہے۔ ان سے کہہ دیں دفع ہو جائیں ورنہ۔"
وہ اتنی زور سے چلائی کہ ایاز نے بخوبی اس کی آواز سن لی۔ وہ چلا گیا۔ فرید دروازہ بند کر کے آیا۔ تو اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ چپ چاپ پلنگ کے کنارے بیٹھ گیا۔
"وہ۔۔۔ اب پچھتا رہے ہیں۔ اپنے عمل پر شرمندہ ہیں۔" وہ اسے آگاہ کر رہا تھا۔
"اچھا؟ وہ شرمندہ بھی ہوتے ہیں؟ یہ لطیفہ میرے لیے بالکل نیا ہے۔ پھر؟ کیا کروں میں؟"
اس کا طنزیہ لہجہ فرید کو مزید شرمسار کر گیا۔ ہمت کر کے بولا۔
"میں چاہتا ہوں آپ ایک بار ان سے مل لیں۔ ان کی بات سن تو لیں۔ وہ کیا چاہتے ہیں۔" ہما نے چڑ کر تکیہ دے مارا جو فرید سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ فرید نے اٹھا کر اسے پلنگ پر رکھا۔
"میرا اس سے کیا واسطہ؟ میں کیوں اس سے ملوں۔ کیوں اس کی بات سنوں۔" وہ تنک کر بولی۔
فرید نے آہستہ سے کہا۔ "وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے آپ کو روکا ہے ان سے بات کرنے کو۔"
"اچھا ہے، وہ یہی سمجھتے رہیں۔ میری بلا سے۔" اس نے پھر دوسرا تکیہ پھینکا۔
"دراصل۔۔۔ یہ چھوٹا سا بے آرام گھر آسائشوں سے خالی۔۔۔ وہ۔۔۔ ان کا خیال ہے آپ یہاں خوش نہیں۔"
"تو چھوٹے گھروں میں سب روتے رہتے ہیں۔ اور بڑے بڑے شاندار محل نما مکانوں میں تو سب قہقہے لگایا کرتے ہیں۔ لعنت بھیجتی ہوں میں ایسے بڑے آرام دہ گھروں پر جہاں خوشی نہیں ملتی۔"
وہ منہ چھپا کر رو دی۔ اسے فرید کا وجود بھی زہر لگ

رہا تھا۔ جو اپنی بیوی کو اس کے سابقہ شوہر سے ملنے کا آرڈر دے رہا تھا۔ وہ تو اس کی شکل پر نظر ڈالنے کی روادار نہ تھی۔

"وہ پھر آنے کا کہہ گئے ہیں۔" فرید نے مزید جلتی پر تیل ڈالا۔

"اچھا؟ آئیں پھر میں محلے بھر سے پرانی جوتیاں جمع کرلوں۔ ہار بنا کر ڈالوں گی۔" اب پھر تکیے زمین پر پھینکے۔ وہ بغور اس کا ردعمل دیکھ رہا تھا۔ پھر لمبا سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔

"اچھا... پھر کھانے وانے کا کوئی پروگرام ہے کہ نہیں۔"

وہ بھنا کر اٹھی۔ "آہا ہا' آپ کو تو لگتا ہے بہت مزے آرہے ہیں۔ میری بھوک اڑا کر کھانا کھائیں گے۔" تکیے اٹھا کر زمین سے اوپر پلنگ پر پھینکے اور ایک تکیے پر سر رکھ کر سوتی بن گئی۔ اس بدھو کے سامنے ناراضی دکھانے کا اور کوئی حربہ اس کے پاس تھا بھی نہیں۔

وہ دوسرے پلنگ پر بیٹھا رہ گیا۔ وہ واقعی سو بھی گئی۔

آنکھ کھلی تو صبح کے چار بجے تھے۔ اٹھ کر جلدی سے وضو کر کے آئی۔ عشاء تو قضا پڑھی۔ تہجد پڑھ کر دعائیں کر رہی تھی کہ فجر کی اذان بھی ہو گئی۔ فجر ادا کر کے دیکھا۔ وہ ابھی تک سو رہا ہے۔

"آج نماز بھی یاد نہیں مسٹر کو۔" بھوک سے برا حال تھا۔ فوراً" کچن کی طرف دوڑی۔ فرید سویا ہوا نہیں تھا۔ وہ بند آنکھوں کی جھری سے اس کی ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ہما کے نکلتے ہی کلمہ پڑھ کر اٹھا۔

کچن میں رات کا کھانا پورا اسی طرح رکھا تھا۔ جیسا اس نے چھوڑا تھا۔ اسے افسوس ہوا فرید نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ کتنی دیر تاسف کے عالم میں سلیب پر ہاتھ رکھے کھڑی رہی۔ چائے کا پانی جل جل کر سوکھ گیا تھا۔ دوبارہ پانی رکھ کر اسٹول پر بیٹھ گئی۔ فرید کے قدموں کی آہٹ آرہی تھی۔ اس نے پکار کر کہا۔

"اب ناشتے میں باسی روٹی کھانی پڑے گی۔ میں پھینکوں گی تو نہیں۔"

فرید نے شکر ادا کیا کہ مزاج مبارک بخیر ہیں۔ مسکرا دیا۔

"کوئی بات نہیں' رزق پھینکنے کی چیز نہیں ہوتی اور روٹی تازہ باسی کی قید نہیں۔ باسی روٹی زود ہضم ہوتی ہے۔ یہ میری اماں جی کا تجربہ ہے۔" ہما نے بھی شکر ادا کیا۔ فرید میں ذرا سا بھی نخرہ نہیں۔

☆ ☆ ☆

دوپہر کو امی کا فون آیا۔ انہوں نے بتایا "ایاز آیا تھا۔ رو رہا تھا' خوشامدیں منتیں کر رہا تھا کہ اس کی غلطی معاف کردیں۔ ایک بار پھر موقعہ دیں۔ غصے میں پاگل ہو کر ایک غلط حرکت کر بیٹھا۔ بہت پچھتا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ فرید کو مجبور کر کے طلاق دلوادیں۔ تم سمجھ رہی ہو ہما۔ وہ کیا چاہتا ہے۔"

"ابا نے سن لی۔ دھکے دے کر نکالا نہیں۔" وہ آگ بگولہ ہو گئی۔ کمبخت بے شرم وہاں بھی اپنی بے حیائی کا روپ دکھانے پہنچ گیا۔

"تمہیں معلوم ہے۔ ان کو غصہ برداشت کرنے میں کمال حاصل ہے۔ بس یہی کہا کہ ہمیں فرید سے کوئی شکایت نہیں اور تمہارا مطالبہ ناجائز ہی نہیں قابل دست اندازی پولیس ہے۔ آئندہ ایسے خیالات کا اظہار نہ کرنا۔ یہ گناہ میں شامل ہے۔ مگر تمہارے ابا بہت فکر مند ہیں۔"

فکر مند امی بھی تھیں۔ مگر اس نے انہیں تسلی دی بلکہ وہ ان کے پاس چلی گئی۔ امی کو تو کچھ اطمینان ہو بھی گیا۔ مگر ابا پریشان تھے۔ اس کی جرات پر حیران بھی۔ وہ بتا نہ سکی کہ یہ جرات فرید نے اسے دی ہے۔ ورنہ گھر میں ایک پکانے والی کا اضافہ دیکھ کر اس نے حیرت سے کہا۔

"امی! یہ پکانے والی؟ آپ تو سخت خلاف تھیں۔"

"بیٹا بس اب مجھ میں ہمت نہیں ہے۔"

"تو بہو سے کیوں نہیں پکواتیں۔" عائشہ فوراً"

لپکی ہوئی آئی۔ ساس سے لپٹ کر من من کرنے لگی
۔وہ ہنسنے لگیں۔
"ارے بیٹا! میری بہو کے اتنے پیارے نازک ہاتھ
خراب ہو جائیں گے۔ دیکھ کیسے مکھن ملائی جیسے ہیں"۔
امی تو بہو پر واری صدقے ہو رہی تھیں۔
عائشہ نے آنکھیں چمکا کر اسے دیکھا۔ "آپی! آپ
میری ساس کو میرے خلاف ورغلانے کی کوشش نہ
کریں۔ ایسی کوشش فہد نے بھی کئی بار کی۔ انہیں
کامیابی نہیں ہوئی۔"
"ہاں ہاں تمہاری خوشامد اور چاپلوسی نے میری ماں
کو اپنا اسیر کر لیا ہے۔" ہما نے عائشہ کے چٹکی لی۔
"ورنہ مجھ سے تو کھانا پکانے کے علاوہ سارے کام کرواتی
تھیں۔ میرے ہاتھوں کی تو انہیں فکر نہیں ہوئی۔ بہو
میں لعل جڑے ہیں۔"
"بے شک میری بہو لاکھوں میں ایک ہے۔" امی
مسکرا رہی تھیں۔
"امی! یہ بھی بتا دیں کہ مجھ میں لعل جواہر ہیرے
موتی سب کچھ جڑا ہوا ہے۔" عائشہ لاڈ کر رہی تھی۔
امی نہال ہو رہی تھیں۔
"آپی! آپ کو اپنی ساس کو شیشے میں اتارنے کے
لیے ایسی ہی چاپلوسی اور خوشامد سے کام لینا ہو گا۔ تب
ہی وہ بھی آپ کی عاشق زار بنیں گی۔"
عائشہ نے امی کے جانے کے بعد شوخی سے مشورہ
دیا۔ ہما "چالاکو" کہہ کر رہ گئی۔ دراصل وہ بھی اپنی فکر
اور پریشانی کو پس پشت ڈال کر ادھر ادھر کی باتیں کر رہی
تھی۔

فرید کے گھر آنے سے پہلے وہ واپس آ گئی اور اگر
اسے ذرا بھی شبہ ہوتا۔ وہ واپسی میں دیر کرتی یا فہد کے
ساتھ آتی۔ عائشہ نے کہا بھی تھا۔ مگر اسے مناسب
نہیں لگا کہ وہ فہد کو آفس سے آتے ہی اپنے ساتھ چلنے
کا کہتی۔ فرید کے ساتھ آیا تھا وہ بے شرم ایاز۔ وہ تو شکر
ہے خود دروازہ کھولنے گئی نہیں۔ فرید خود ہی لاک
کھول کر اندر آیا۔ ایاز نے کمرے میں جانے کے
بجائے برآمدے میں بیٹھنے کو ترجیح دی۔ ہما نے دروازہ
اندر سے بند کر لیا۔ مگر وہ آوازوں کو اندر آنے سے نہ
روک سکی۔
"فرید! اس سے کہو میرے سامنے آ کر بات کرے"۔
ایاز کہہ رہا تھا۔
"واہ کیا دیدہ دلیری ہے۔"
"فرید! تم نے کیا اسے بتایا نہیں کہ میری یہ شرط
تھی کہ تم اس سے نکاح کرو گے اور کچھ دن بعد طلاق
دے کر آزاد کر دو گے تاکہ میں پھر اس کو حاصل کر کے
اپنی غلطی کا کفارہ ادا کروں۔" وہ بلند آواز میں اسی لیے
بول رہا تھا تاکہ ہما سن لے اور فرید نہ جانے آہستہ
آہستہ کیا کہہ رہا تھا۔
"تم، تم دغاباز تم قبضہ کر کے بیٹھ گئے ہو۔ دھوکا دیا
ہے تم نے، یہ یہ ہے تمہارا دین۔ یہ ہے ایمان اور یہ
ہیں نمازیں۔ میں خوب سمجھتا ہوں تم جیسے ملاؤں کو۔"
ہما کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے اس پر اور بھی غصہ آ
رہا تھا کہ وہ ایاز کے منصوبے کا حصہ بنی اور فرید اس
پر تیار بھی ہو گیا۔ ایسا شیطانی منصوبہ ایاز ہی بنا سکتا تھا
اور فرید جیسا سیدھا انسان ہی اس پر راضی ہو سکتا تھا۔
اس نے بڑی چالاکی سے فرید کو استعمال کیا تھا۔ فرید
شاید اپنی کم ہمتی کے باعث ابھی تک اس پر عمل نہیں
کر سکا۔ یا پھر وہ اپنی شرافت سے مجبور ہو کر غلط کام
نہیں کر سکا۔
"ایاز! بات یہ ہے۔ بے شک تم نے اس کام پر مجھے
اکسایا۔ مگر میں نے صدق دل سے نکاح کیا تھا۔ تم بتاؤ
۔ اگر تم پچھتاتے ہو تو میں بھی پچھتاؤں؟ کیوں؟"
"ارے واہ۔ فرید نے کچھ تو کہا۔ اسے بھی ہمت
ہوئی۔" وہ اندر سے چیخی۔
"ایاز صاحب! آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔
آپ میرے لیے آپ کے لیے حرام ہوں اور انشاء
اللہ ہمیشہ کے لیے۔ یہ الفاظ آپ کے ہیں اور میری
خواہش بھی۔ اس حقیقت کو عملی جامہ آپ نے ہی
پہنایا ہے۔ براہ مہربانی آئندہ آنے کی کوشش نہ

کریں۔"

"تم ذرا میری بات تو سنو۔ میں سخت نادم اور شرمندہ ہوں۔ اسی لیے میں نے فرید کو آمادہ کیا تھا کہ ۔۔۔وہ نکاح کے بعد تمہیں آزاد کردے۔ تو میں۔"

"چپ، چپ ہو جاؤ۔" وہ حلق کے بل چیخی۔

"خبردار اب ایسا کوئی لفظ منہ سے نکالا تم نے۔ تمہارا شیطانی منصوبہ ناکام ہو گیا ہے۔ میں اپنی جنت میں خوش ہوں۔ تمہاری دوزخ مجھے منظور نہیں ہے۔ خبیث انسان جاتے ہو یا بلاؤں پولیس کو۔ ایک شریف گھر میں آکر عورت کو ورغلانے کے جرم میں پکڑوا دوں گی۔ فوراً" دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔"

ایاز پر اس کے جلال کا کچھ اثر کیا ہوتا۔ وہ تمسخرانہ ہنسی کے ساتھ بولا۔

"تمہارا گھر؟ کون سا؟ یہ کھنڈر؟ یاد کرو۔ میرے گھر میں کیا حاصل تھا تمہیں اور یہاں؟ یہ جنت ہے تمہاری؟ فرید! ابھی میں جا رہا ہوں۔ اسے سمجھانا تمہارا کام ہے۔ ورنہ مجھ سے واقف ہو تم۔ تمہاری نوکری ختم کرانا مشکل نہیں۔ پھر یہ ٹوٹی پھوٹی جنت بھی نہیں رہے گی۔"

ہما کو لگ رہا تھا۔ اس کے منہ پر کالک مل دی گئی ہے۔ ایک نامحرم شخص اس کے شوہر کو دھمکی دے رہا تھا کہ وہ بیوی کو طلاق پر راضی کرے۔ کتنی دیر تک وہ اپنی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ آخر ایک فیصلہ کر کے وہ مطمئن ہو گئی۔ فرید، ایاز کو رخصت کر کے دروازہ بند کر کے آیا۔ تو وہ فرید کی الماری درست کر رہی تھی۔ کچھ کپڑے خانے میں جمائے کچھ ہینگر میں لٹکایا۔ وہ شرمندہ ہی نہیں، رنجیدہ بھی نظر آرہا تھا۔ ہما نے طنز بھری نظروں کا تیر اس کی طرف پھینکا اور اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

"میں ۔۔۔ بہت بہت شرمندہ ہوں۔ سوری میں نے ۔۔۔ آپ کو ایاز کے ارادے سے آگاہ نہیں کیا۔"

"چپ ہو جائیں۔ خود آپ بھی تو اس جرم میں شریک ہیں۔" وہ بگڑ کر بولی تھی۔

"یقیناً" میں آپ کا مجرم ہوں۔ ایاز نے کچھ اس

طرح منت سماجت کی، رو دھو کر اپنی نیک نیتی کا یقین دلایا کہ میں مجبور ہو گیا۔

"آپ مرد کیا عورت کو کھلونا سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ کیسے سوچا کہ میں بھی اس گھناؤنے کام میں آپ کا ساتھ دوں گی۔ میرے لیے یہ شرمندگی کم نہیں تھی کہ میں دوبارہ دلہن بنی۔"

"ایاز نے مجھے یقین دلایا تھا کہ آپ بھی یہی چاہتی ہیں اور دوبارہ ایاز کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے اس شرط پر راضی ہیں۔ اس کے ساتھ زندگی اچھی گزر رہی تھی آپ کی۔"

فرید بے چارا بہت ہی بدھو تھا یا اس چالاک نے اسے احمق بنالیا۔

"دیکھیں فرید! عورت کو ایک ایسا گھر چاہیے۔ جسے وہ اپنی محبت اور محنت سے جنت بنائے نہ کہ دنیاوی سازو سامان سے کوئی عیش نصیب ہو۔ جیسا کہ اس نے آپ کو باور کرایا کہ اس کے بڑے سے گھر میں مجھے آسائشیں حاصل تھیں اور اس گھر میں مجھے بہت تکلیف ہے۔ افسوس آپ مجھے سمجھ نہیں سکے۔ ان چیزوں کی دلدادہ ہوتی تو آپ کے ذریعے ہی حاصل کر لیتی۔ اس شرمناک اندازے سے آپ نے میری شرم وحیا، میری عزت نفس کو بری طرح ٹھیس پہنچائی ہے۔ اس بات کے لیے میں ایاز کو معاف کر سکتی ہوں۔ آپ کو نہیں۔ پھر آپ اس کے سامنے معذرت خواہانہ انداز لیے بیٹھے رہے۔ آپ نے ڈٹ کر میری حمایت نہیں کی۔ یہ بھی نہیں کہا کہ میں اب آپ کی عزت اور غیرت ہوں۔ آپ میرے محافظ ہیں۔ جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور آپ نے بھی خدا کو حاضر ناظر جان کر مجھے قبول کیا ہے۔"

"میں نے اس وقت اس سے وعدہ کیا تھا۔ اس لیے چاہتا تھا آپ کی طرف سے بھی کوئی اشارہ ملے تو پھر ویسا کروں۔" فرید سچا کھرا انسان تھا۔ وہ جھوٹ بول سکا نہ بہانہ بنا سکا۔

"اچھا تو اس سے کیے وعدے کے مطابق، آپ مجھے طلاق دے دیں گے؟ جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ وہ کریں گے؟ ٹھیک، یہ آپ کا حق ہے۔ مگر مجھے بھی حق تو ہے کہ میں آپ سے اس کی وجہ پوچھوں۔ کوئی وجہ تو ہو گی آپ کی نظر میں یہ کہ آپ کی بیوی بد چلن ہے۔ بد کردار ہے۔ نافرمان ہے۔ گھر میں رہنے کے بجائے سیر تفریح یا گلی بازاروں میں گھومتی ہے۔ آپ کا خیال نہیں رکھتی۔ پھوہڑ جاہل بے حیا ہے۔ غیر مردوں کو گھر میں بلاتی ہے۔ مثلاً" آج ہی وہ آیا تو تھا۔"

ہما کے ہر خود ساختہ الزام کے زبان سے ادا کرنے والے الفاظ کے ساتھ فرید استغفراللہ استغفراللہ۔ توبہ توبہ کرتا جاتا اور منہ پر تھپڑ برسا رہا تھا۔ روتے روتے ہما کو ہنسی آگئی۔ اتنا بڑا چھ فٹا داڑھی دار مرد۔ خود کو تھپڑوں کی سزا دے رہا ہے۔

"تو پھر بتائیے۔ کون سے عیب مجھ میں ہیں، جن کو بنیاد بنائیں گے آپ؟"

فرید اب بالکل چپ تھا۔ پھر ہما نے محسوس کیا۔ وہ رو رہا ہے۔ آنسو اس کی داڑھی کو بھگوتے ہوئے قطرہ قطرہ نیچے گر رہے تھے۔ ہما کو بھی رونا آرہا تھا۔ وہ تو خود پر جبر کر کے دلیری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ورنہ دل ہی خون کے آنسو رو رہا تھا۔ وہ بھی رونے لگی۔

فرید اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔ کافی دیر دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد باہر آیا۔ ٹوپی اٹھا کر "مسجد جا رہا ہوں" کہتے ہوئے باہر نکل گیا۔ وہ بہت رنجیدہ تھا۔ اس کے جانے کے بعد ہما اٹھی۔ منہ ہاتھ دھو کر وضو کر کے آئی۔ نماز ادا کی پھر بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔

فرید نے مسجد میں بہت دیر لگائی۔ نماز کے بعد توبہ استغفار کا ورد کرتا رہا۔ جب مسجد خالی ہو گئی۔ پھر باہر آیا ـــــ یک لخت سردی بڑھ گئی تھی۔ بادلوں کے غول کے غول آسمان پر بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ گھر کی گھنٹی بجائی۔ انتظار کیا۔ پھر آواز دی۔ دستک دی کوئی آواز نہ تھی۔ آج چابی بھی لے کر نہیں آیا تھا۔ سردی کی وجہ سے گلی سنسان تھی۔ چابی میکر گھر جا چکا تھا۔ اس کے گھر جا کر بلا کر لایا۔ ایک گھنٹہ اسی میں لگا۔

دروازہ کھلا تو اندر آیا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ شکست خوردہ سا بیٹھ گیا۔ پھر ڈرتے ڈرتے سسرال کا نمبر ڈائل

کیا۔ پتہ نہیں وہ کیا کہے گی اور وہاں جا کر کیا کہا ہو گا۔
امی نے ریسیو کیا۔ سلام کر کے اس نے احد سے بات کرنے کا کہا احد نے فوراً" ہی کہا۔
"اوہو' آپی کو میرا انتظار ہو گا۔ آج آنے کا میں نے کہا تو تھا مگر ایک دوست کے گھر چلا گیا۔ دیر ہو گئی سوری' آپی سے کہیے پرسوں آؤں گا۔"
عجب طرح کی مایوسی وجود پر طاری ہو رہی تھی۔ کھانا تیار تھا۔ مگر کچھ کھانے کو دل نہیں چاہا۔ بستر پر لیٹا تو جیسے بستر میں کانٹے اگ آئے۔ ساتھ کے پلنگ پر نظر پڑی۔ ویران خالی پلنگ اس سے شکوہ کناں تھا۔ کہاں تلاش کرے۔ کہاں چلی گئی۔ کس سے پوچھے۔ اس کی شرم و حیا' اس کی عزت نفس کو ایسا دھچکا فرید کے عمل نے لگایا کہ وہ اس سے ناراض ہو گئی۔ اب خالی گھر' اداس کمرہ اور ویران پلنگ۔ میری وجہ سے صرف میری وجہ سے اور کل ایاز نے اس سے پوچھا۔ تم اسے سمجھانے میں کتنے کامیاب ہوئے۔ وہ یقین نہیں کرے گا۔
اچانک فون کی گھنٹی نے سناٹے کے جمود کو توڑ دیا۔ اس وقت ایاز نہ ہو۔ ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھایا۔ پھر ایک سکھ کا سانس لے کر مسکرایا۔ اتنی جلد وہ اس کی آواز سننے کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ وہ اس آواز کا' اس کے وجود کا عادی ہو چکا تھا۔
"ہیلو کہاں ہیں آپ؟ کہاں سے بول رہی ہیں؟"
"شکر کریں ایاز کے گھر میں نہیں ہوں۔"
"پلیز مجھے بتائیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔" وہ بے صبرا نہ تھا۔ مگر اس وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا محسوس ہوا۔
"اپنے اصلی گھر یعنی آپ کی اماں جی کے پاس ہوں۔"
"او خدا' شکر ہے۔ میں بہت ڈر گیا تھا۔ میرے آنے کا انتظار تو کر لیتیں۔"
"اس گھر سے میں بہت ڈر گئی ہوں۔ اب میں اس گھر میں ہوں' جہاں مجھے پناہ ملی ہے۔ خدا حافظ۔"
فون بند ہوا تو وہ سکون کا سانس لے کر بستر پر گرا۔
رات کے گیارہ بجے بے سکونی اور بے خوابی گھر کی ویرانی۔

☆ ☆ ☆

عائزہ میکے آئی ہوئی تھی۔ باتیں کرتے کرتے خاصی رات ہو گئی۔ ابا جی تو سو چکے تھے۔ عائزہ اور اماں جی بھی لیٹ گئیں۔ دروازے پر دستک سن کر عائزہ کا بیٹا دوڑا۔ صحن سے اس کی خوشی سے چہکتی آواز آئی۔
"امی! مامی آئی ہیں۔" وہ بیگ اٹھائے اندر آیا۔ پیچھے ہما تھی۔ اس نے برقعہ اوڑھا ہوا تھا اوپر شال بھی تھی پھر بھی اسے سردی لگ رہی تھی۔
"اکیلی؟ کیسے؟ خیریت تو ہے؟" عائزہ گفتگو اختصار سے کرتی تھی۔ "بہادر بھی ہو۔"
"بس دل چاہا' قصور تک بس سے آئی۔ وہاں ایک فیملی اگلے گاؤں کے لیے ٹیکسی کر رہی تھی۔ میں نے کہا چاچا! آپ مجھے راستے میں اتار دیں تو میں آدھا کرایہ دے دوں گی۔ بڑے میاں خوش ہو گئے۔ دروازے پر اتار کر گئے ہیں۔"
"تو بیٹا! تم نے نکلنے میں اتنی دیر کیوں کر دی۔ بارش آنے والی ہے۔ فرید کیوں نہیں آیا؟"
اماں جی اسے گلے لگا کر پوچھنے لگیں۔ اس نے عائزہ سے کہا۔
"آپا! یہاں سردی زیادہ ہے۔ مجھے پلیز کھانا دے دیں۔ بھوک لگی ہے۔"
کھانے کے دوران اعلان کر دیا کہ مجھے نیند آ رہی ہے۔
عائزہ نے اسے چائے بھی بنا کر دی۔ تھکن اتر گئی تو وہ اپنے کمرے میں سونے چلی گئی۔ عامر اس کے ساتھ آیا۔
"مامی! میں آپ کے پاس سوؤں گا۔ نانی کہتی ہیں آپ اکیلے میں ڈریں گی۔ میں آجاؤں؟"
ہما نے اجازت دی تو خوش ہو گیا۔ وہ باتوں کے موڈ میں تھا اور ہما کی ساری فکر' پریشانی رفو چکر ہو گئی تھی۔ اسے خود بھی حیرت تھی کہ اس پریشانی اور سفر کی تکان

کے باوجود اتنی نیند کا غلبہ کیوں ہے۔ جھونکے پہ جھونکے آرہے ہیں۔ پھر پتہ نہیں کب وہ سو گئی۔ پھر دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے جگایا۔

عامر اٹھ کر دروازہ کھول رہا تھا کہ چلایا۔

"ہائے ماموں، ماموں آگئے۔"

ہما کی نیند بھک سے اڑ گئی۔ فرید نے اندر داخل ہوتے ہوئے عامر کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر دھکیل دیا اور دروازہ بند کر کے مڑا۔ وہ بے چارا باہر سے دہائیاں دیتا رہ گیا۔ "میری چپلیں میری چادر۔"

"معلوم ہے۔ کتنی مصیبت اٹھائی ہے میں نے؟"

وہ کس قدر بدلے ہوئے لہجے میں ہما سے مخاطب ہوا تھا، وہ تو تعجب سے دیکھتی رہ گئی۔

"مسجد سے گھر آیا۔ دروازہ بند۔ گھنٹی، آوازیں سب بے کار۔ لاک ماسٹر کو منتیں کر کے گھر سے پکڑ کر لایا۔ گھنٹہ لگ گیا۔ اندر آیا تم غائب رو رو کر احد کو فون کیا۔ یقین تھا کہ وہیں ملو گی۔ مگر یوں بستر پر لیٹا تو اس میں کانٹے نکل آئے۔ اپنی قسمت کو کوس رہا تھا کہ کہاں جاؤں، کس سے پوچھوں۔"

"تو خود سے پوچھ لیتے۔ اللہ نے عقل دی ہے تو استعمال بھی کر لینی چاہیے۔" ہما چڑ گئی۔

"بس پھر فون نے مسئلہ حل کیا۔ شکر ادا کیا۔ شکرانے کے نفل پڑھے اور چل پڑا۔" وہ اپنی داستان سنانے میں ہمہ تن مصروف تھا۔ "کوئی ٹیکسی گاؤں کے لیے نہ ملی۔ ایک ٹیکسی سے قصور آیا۔ وہاں رکشہ ملا جو ادھر کا ہی تھا۔ اب یہاں اندھیرا دیوار پھاند کر کودا ہوں۔ پیر مڑ گیا۔ اب آئیوڈیکس تلاش کرو۔ مالش کرو ورنہ صبح تک لنگڑا ہو جاؤں گا۔"

"آفت کیا تھی آنے کی۔ صبح آجاتے۔" وہ تنک کر بولی۔

"میں نے سوچا تم انتظار کر رہی ہو گی۔" کس قدر جلدی آپ سے تم کا سفر طے ہو گیا۔ واہ۔

"جو شخص مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا ہو۔ میں اس کا انتظار کیوں کروں گی؟ میری نیند خراب کر دی اور یہ مالش پالش کرنے کی میری عادت نہیں۔ چپ کر کے سو جائیں۔ صبح ملاقات ہو گی۔ شب بخیر۔"

وہ اٹھنے لگی تو فرید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"یہ ملاقات صبح تک جاری رہ سکتی ہے؟" لہجہ بے حد اپنائیت لیے ہوئے تھا۔ آنکھوں میں التجا۔ جذبوں سے چور آواز اور شفاف آئینہ جیسی آنکھوں کی خواہش ٹھکرانے کی ہمت ہی نہ تھی۔ ہما کی نظریں جھک گئیں۔ ساری طراری رخصت ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ دن ہی مبارک تھا۔ اماں جی کی خوشی کی حد نہ تھی۔ بیٹا بہو دونوں کی رونق سے گھر جگمگا رہا تھا۔ خوش قسمتی بھی فرید کے قدم چومنے کو بے قرار تھی۔ ناشتہ ہو رہا تھا۔ عائزہ کے شوہر کا فون سعودی عرب سے آیا۔ وہ دو ماہ سے جدہ میں تھا۔ اس کی کمپنی کو ایک انجینئر کی ضرورت تھی۔

"فوراً" فرید کو فون کرو۔ مجھے اپنا بایوڈیٹا بھیجے۔ میں ویزا کا انتظام کرتا ہوں۔"

فرید ناشتہ کر کے قصور چلا گیا۔ شام کو آیا تو اماں جی سے لپٹ گیا۔ ابا جی کے گلے لگا۔ بہنوئی سے بات کر کے فون پر ہی انٹرویو دے کر آیا تھا۔

"دیکھو بیٹا! یہ میری خوش بخت بہو کے قدموں کی برکت ہے۔"

"اماں جی! یہ آپ کی دعاؤں کی برکت ہے۔ ابا جی کی نمازوں ان کے سجدوں کی برکت ہے۔"

فرید واقعی ماں باپ کے حصار میں تھا۔ ان کی تربیت اور دعاؤں کے حصار میں۔ اللہ اس پر واقعی مہربان تھا۔ ایک ہفتے میں اس کی روانگی کے انتظام ہو گئے۔ کرشن نگر کا گھر اس نے کرائے پر دے دیا۔

"یہ گھر مجھے میری اوقات یاد دلاتا رہے گا۔"

ماں باپ، ساس سسر کی دعاؤں کے ساتھ وہ چلا گیا۔ ہما کے لیے اس کے دل میں اس قدر کشادگی اور محبت ہو گئی تھی کہ وہ اس کا اظہار کرتے ہوئے شرماتا تھا۔

قسمت ہما پر بھی مہربان تھی۔ اس کے پاسپورٹ ویزا کے انتظام میں دو ماہ لگے۔ پھر وہ بھی عائزہ کے ساتھ

ہی سعودی عرب روانہ ہو گئی۔
دو ماہ کی جدائی بھی اب ان پر شاق گزر رہی تھی۔ جدہ ایرپورٹ پر فرید نے ہی ان کا استقبال کیا۔ زندگی ایک حسین راستے پر گامزن تھی۔ ہما تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی۔ فرید بھی اس کا ساتھ دیتا۔ جب موقع ملتا دونوں عمرہ ادا کرتے۔ اکثر جمعہ کی نماز کے لیے مکہ مکرمہ چلے جاتے۔ ایسی پاکباز زندگی کی توقع تو نہ تھی۔ "اگر۔۔۔" وہ سوچتی۔ "اگر ایاز ہوتا نہ جانے کیسی بھیانک زندگی گزار رہی ہوتی۔"

☆ ☆ ☆

فرید نے اگلے سال ہی اپنے والدین کو بلا کر حج کی سعادت خود بھی حاصل کی۔ والدین کو حج کرایا۔ اس کے اگلے سال ہما کے والدین کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ چھ سال میں فرید نے اتنا کما لیا کہ عرصۂ دراز تک بغیر کچھ کام کیے بیٹھ کر زندگی گزار سکتا تھا۔ یوں بھی گاؤں میں زمینیں تھیں۔
ساتویں سال۔ دو جڑواں بیٹوں عاصم اور صائم اور چھ ماہ کی صحت مند گل گوتھنی حیا فاطمہ کو لے کر لاہور ایرپورٹ پر اترے تو پورا خاندان استقبال کے لیے جمع تھا۔ عائشہ نے فوراً "حیا کو آغوش میں بھر لیا۔
"آپی! یہ میری ہے اور میری حرا آپ کی، میرا کاظم آپ کا۔ اب ان دونوں میں سے کون سا میرا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ کریں گی۔" وہ عاصم اور صائم کو چوم رہی تھی۔
"اُفوہ عائشہ کی جلد بازی۔" ہما ہنس کر رہ گئی۔
شادمان میں ہی ہما کے والدین کے گھر کے قریب ہی فرید کے سرمائے سے ابا نے ایک اچھا سا گھر خرید لیا تھا۔ فرید کے والدین پچھلے سال سے اسی گھر میں رہائش پذیر تھے۔ فرید ایک سال پہلے آ کر ماں باپ کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ گاؤں میں تنہائی محسوس کرنے لگے تھے۔ یہاں ہما کے گھر والے ان کا خیال رکھتے تھے۔
عنیزہ کے میاں نے بھی لاہور میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ عنیزہ بھی قریب ہی رہتی تھی۔ اس لیے فرید مطمئن تھا۔ چند دن ملنے ملانے میں گزرے۔ ہما کی ساری توجہ ساس سسر کی طرف تھی۔ بچوں کی وجہ سے گھر بھرا بھرا لگتا تھا۔ عنیزہ بھی روز آ جاتی۔

☆ ☆ ☆

پھر اس شام جب شام کی چائے کے لیے کسی عزیز کی دعوت پر جانے کے لیے وہ سب تیار ہو کر باہر نکلے گیٹ کھولا گیا تو باہر سے آتے مہمان کو دیکھ کر فرید ٹھٹھک گیا۔ ایاز۔ فرید کے دونوں جانب اس کے دونوں خوب صورت بیٹے۔ فرید کی گود میں چلبلی گولڈن بالوں نیلے کانچ جیسی اجلی آنکھوں والی حیا اور برابر میں ابھی ابھی آ کر کھڑی ہوئی وہ برقعہ پوش۔۔۔ ہما۔
ایاز پر تو عجب سحر طاری ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر فرید سے ہاتھ ملایا۔
"ادھر سے گزر رہا تھا۔ گیٹ کھلا تو سامنے تم نظر آئے۔ تم تو پکے مولوی بن گئے ہو۔"
دونوں بچوں سے ہاتھ ملا کر ان کے نام پوچھ کر پیار کیا۔ حیا کو انگلی سے چھوا تو وہ برا مان گئی۔
"مستقل آ گئے ہو؟ گھر خاصا شاندار ہے۔ مبارک ہو۔ بچے بہت پیارے ہیں تمہارے۔ ماشاء اللہ خوش قسمت ہو یار فرید تم۔"
یہ مکالمے ادا کر کے واپسی کے لیے مڑ گیا۔ ہما اس سے پہلے ہی نئی خریدی گئی گاڑی میں جا بیٹھی۔ ایاز چلا گیا۔ فرید گاڑی کے پاس آیا۔ پھر اس کے ماتھے پر پسینہ آنے لگا۔ بچی کو ہما کی گود میں دے کر اس نے بھنچی ہوئی آواز میں ہما سے کہا۔
"میں نہیں جا سکوں گا۔ احمد کو بلا دیتا ہوں۔ وہ تمہیں لے جائے گا۔"
"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔ کیا بات ہے۔ میں بھی رک جاتی ہوں۔" ہما اترنے لگی۔
"نہیں طبیعت ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر بعد آ جاؤں گا۔ تم لوگ جاؤ۔"
ہما کے اصرار کے باوجود اس نے رکنے کی اجازت

دی۔ ہما بحث سے ہمیشہ بچتی تھی۔ وہ چلی گئی۔ احمد کے آنے کے بعد۔ جلدی کرنے کے باوجود وہ بہت جلد نہ آسکی اُسے فکر رہی۔ فرید کا موبائل بند تھا۔ گھر آئی تو اماں جی سے پوچھا۔

"کمرے میں ہی ہے۔ جب جا کر دیکھا۔ نماز پڑھتا دیکھا۔" اماں جی بھی فکر مند تھیں۔ وہ دبے قدموں کمرے میں پہنچی۔ فرید جاء نماز پر دوزانوں بیٹھا دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے زاروقطار رو کر نہ جانے کس گناہ کی بخشش طلب کر رہا تھا۔

"اے میرے رب معاف کردے۔ بخش دے میری خطائیں۔ میں بہت گناہ گار ہوں۔ میں بندۂ ناچیز تیری نعمتوں کا شکر گزار ہوں۔ میں نے گناہ کیا۔ مجھے بخش دے یا اللہ میرے غرور کی سزا میرے پیاروں کو نہ دینا۔ میرے اللہ مجھے معاف کردے۔ معاف کردے معاف کردے۔"

وہ رو رو کر بس معافی طلب کر رہا تھا۔ ہما نے اس کا کندھا تھپکا۔ پانی لا کر پلایا۔ کافی دیر کے بعد اس کا دل ٹھکانے پر آیا۔

"کیا ہوا تھا؟" ہما نرمی سے بولی۔

"بس ایسے ہی ایاز کو دیکھ کر میں نے اپنی قسمت پر فخر کیا کہ جسے تم جیسی نیک فرماں بردار بیوی۔ اسی کے بہانے سے ملی۔ میرے بچے، مجھے غرور ہوا تھا۔ میں خدا کو بھول گیا۔ یہ گھر، یہ دولت، سب کچھ اللہ کی مدد اس کی عنائتوں کے سبب ملا ہے۔ مگر اس وقت میں اپنے پروردگار کو بھلا بیٹھا۔ ایاز کے سامنے مجھے اپنی برتری کا احساس ہوا تھا۔ مجھے اتنی نعمتیں میری کوشش سے نہیں، میرے اللہ کی مہربانی اور رحمتوں کے سبب ملا ہے۔ میں کیوں بھول گیا۔ میں گناہ گار ہوں۔ معافی کا طلب گار ہوں۔ جب ایاز نے بچوں سے ہاتھ ملایا ان سے بات کی۔ جب اس نے حیا کو چھوا۔ اس کی آنکھوں میں ایک حسرت اس کے چہرے پر ناکام زندگی کا اثر صاف نظر آیا۔ تب مجھے اپنی خوش قسمتی پر اس سے برتری پر فخر ہوا۔ مجھے غرور سا ہوا کہ میں اب ـــ اس سے برتر ہوں۔ میں جو اس کے سامنے حقیر تھا۔ اس کے پاس کچھ نہیں اور میں ـــ بس اس کے جاتے ہی مجھ پر ندامتوں کا پہاڑ سا آگرا۔ یہ کیسا ظلم میں نے اپنی ذات پر کیا بس پھر مجھے ادراک ہوا۔ میں تو اب بھی ذرہ ناچیز ہوں۔ دینے والا تو وہ ہے۔ وہ جو ہر چیز سے بالا و برتر ہے۔ اس نے ہمیشہ میری غلطیوں پر پردہ ڈالا۔ میری مدد کی، جب میں ایاز کا ساتھی بنا۔ اس کے ناجائز منصوبے پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ میں تم سے بے رخی برتتا رہا۔ اگر تم مجھے اپنی وفا کا احساس نہ دلاتیں۔ میں اس گناہ کا حصہ دار بنتا۔ پھر میں نے اسی بزرگ و برتر کے سامنے سر جھکا کر معافیاں مانگیں۔ میں ہر غلطی پر اللہ کے سامنے جھک جاتا ہوں اور وہ ہمیشہ مجھے معاف بھی کر دیتا ہے۔ لیکن آج ـــ آج تو میں اس کی عنایتوں کو بھلا بیٹھا۔ میں نے غرور کیا۔ اف میں بھی ذرا سی اہمیت پا کر خود کو دنیاوی اشیاء اور مال دولت کا مالک سمجھ بیٹھا۔ حالانکہ ـــ میں کیا ہوں؟ کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں۔ اصل مالک وہ ہے۔ جو ہمیں دیتا ہے۔ ذرا سے اچھے عمل کے انعام میں ہمیں ہر نعمت عطا کرتا ہے۔ نوازتا ہی رہتا ہے۔ ہم معافی مانگتے ہیں، وہ معاف کرتا ہے۔"

فرید بولنے پر آیا تو بولتا چلا گیا۔ جیسے خود پر پڑا پہاڑ سا بوجھ اتارنے کی جلدی ہے۔ واقعی ابا کہتے تھے۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ نیک عورت کو نیک مرد، بد عورت کو بد مرد ملے گا۔ وہ یہاں فرید کے سامنے خود کو بہت کم تر سمجھتی تھی۔ وہ جو ذرا سی غلطی پر ہر کسی سے معافی مانگ لیتا تھا۔ خدا کے سامنے اس قدر گڑگڑا کر معافی طلب کرتا وہ بندہ۔

واقعی، معاف کرنے والی تو وہ عزت و شان والی اعلا و برتر ہستی ہے جو بے نیاز ہے اور اپنی رحمتوں کے خزانے لٹاتی رہتی ہے۔ مانگنے والے کو احساس بھی ہو۔ مانگنے کا تو لطف ہے ہی۔ خواہ نعمتیں۔ خواہ معافیاں وہ معاف کرتا ہے اور کرتا ہی رہتا ہے۔

ابا نے ایک بار کہا تھا۔ ایاز جیسے بے دین کو بیٹی دے کر جو غلطی کی تھی۔ فرید کو قبول کر کے اس کی تلافی کر رہا ہوں۔ ابا نے میرے لیے جو فیصلہ دوسری بار کیا۔ وہ اللہ کی طرف سے احسان اور بے بہا انعام ہی تو ہے۔